Invitation-Template-02.jpg not found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان:47

صفاتِ الٰہی کے ذریعہ

حقیقی ایمان کیسے بنائیں؟

مصنف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

ناشر

عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند، یوپی، انڈیا۔

جملہ حقوق بحقِ مرتب محفوظ

نام کتاب:۔ حقیقی ایمان کیسے بنائیں

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی 9963770669

سنہ طباعت:۔ جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ۱۴۳۶ھ

تعداد اشاعت:۔ ۵۰۰

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد۔

ناشرین:۔ عظیم بکڈ پو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

☆ آفس میٹ اسٹیشنری، روبرو مہدی فنکشن ہال، لکڑی کاپل، حیدرآباد۔ 9391399079

☆ مکتبہ کلیمیہ، رحمٰن کامپلکس، یوسفین چوراہا، نامپلی، حیدرآباد۔ 9885655501

☆ صدیقی بک ڈپو، ناندیڑ، مہاراشٹرا۔

بچوں کو اللہ کی پہچان کرانے کے لئے اس کتاب کو ایصالِ ثواب میں تقسیم کیجئے۔

نوٹ:۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف شہروں کے کتاب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	ایمان مفصل۔ایمان مجمل	4
2	زندگی کا مقصد کیا ہے؟	5
3	**مالک الملک**: کائنات کا حقیقی مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے	13
4	**معبود**: اللہ ہی اکیلا مخلوقات کا معبود ہے	18
5	**الملک**: اللہ ہی حقیقی مالک اور بادشاہ ہے	20
6	**الخالق**: اللہ تعالیٰ خالق ہے	28
7	**الرب**: اللہ تعالیٰ رب ہے	32
8	راحت و تکلیف سب اللہ کی مرضی و مشیت سے ہوتی ہے	42
9	**القادر**: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے	48
10	**الهادی**: اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے	55
11	اللہ تعالیٰ ہی اکیلا **علیم و خبیر** ہے	63
12	**الحکیم**: اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے	74
13	**التوّاب**: اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے	88
14	**الرّحمٰن الرحیم**: اللہ تعالیٰ بے انتہاء مہربان رحم کرنے والا ہے	97
15	**الوکیل**: اللہ تعالیٰ ہی بہترین کارساز ہے	105
16	**القوی**: اللہ تعالیٰ زبردست قوت وطاقت والا ہے	114

☆☆☆☆☆

انشاء اللہ اس کتاب کو عنقریب ہندی زبان میں شائع کیا جائے گا۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم o

ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ

اٰمَنْتُ بِـاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِـرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ۔ (مشکوٰۃ)

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

ایمانِ مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ ۔ (ابن ماجہ)

ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے۔

نوٹ:۔ اس کتاب کو تعلیم الایمان کے بعض حصوں کے کچھ مضامین کو سوال و جواب کی شکل میں بچوں کے لئے تیار کیا گیا ہے، تاکہ سمجھانے میں آسانی ہو جائے، اللہ پر ایمان لانے کا اقرار سے پہلے کم سے کم اللہ کی پہچان اس طرح کرائیے۔

زندگی کا مقصد کیا ہے؟

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ (ذاریات:۵٦)

ہم نے جن اور انسان کو (اپنی پہچان کے ساتھ) عبادت واطاعت کے لئے پیدا کیا۔

سوال:۔ **پیارے بچو! ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟**
یا ہم کو کیوں پیدا کیا گیا؟
یا دنیا میں انسانوں اور جنوں کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟
یا انسان اور جن دنیا میں کیوں پیدا کئے گئے ہیں؟

جواب:۔ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے: اللہ تعالیٰ نے انسان اور جن کو اپنی پہچان کے ساتھ اپنی عبادت واطاعت کرنے کے لئے دنیا میں پیدا کیا یا دنیا میں بھیجا یا دنیا میں رکھا ہے، ان کی زندگی کا مقصد عبادت واطاعت رکھا۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق حاصل کی جاسکتی ہے جو صرف دینِ اسلام میں ہے۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان قرآن مجید میں کس طرح کروائی ہے؟**

جواب:۔ اللہ نے اپنی پہچان اور معرفت بندوں کو دینے کیلئے اپنی صفات کو سمجھایا ہے۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ کی صفات کو کہاں تلاش کیا جائے؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے کسی کو نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے اس کی صفات کو کائنات کی مخلوقات میں غور کرنا پڑے گا۔

سوال:۔ **ذات اور صفات کسے کہتے ہیں؟**

جواب:۔ فرض کرو کسی انسان کا نام رضوان ہے اور وہ ڈاکٹر ہیں تو لوگ انہیں ڈاکٹر

صاحب کے نام سے پکارتے ہیں، رضوان ان کا ذاتی نام ہوا اور ڈاکٹر صاحب ان کا صفتی نام ہوگا، اس لئے کہ وہ ڈاکٹر کا کام کرتے ہیں، اسی طرح اگر کسی انسان کا نام فاروق ہے اور وہ بہت سخی، با اخلاق، مدد کرنے والا، رحم کرنے والا، غلطیوں کو معاف کرنے والا، صبر کرنے والا ہے تو فاروق ان کا ذاتی نام ہوگا اور یہ سب کام صفات کہلائیں گے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اور صفاتی نام کیا کیا ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے، چونکہ وہ بہت سارے کام اکیلا کرتا ہے اس لئے اس کے بہت سے صفاتی نام بھی ہیں، مثلاً خالق (پیدا کرنے والا)، رب (پرورش کرنے والا)، رحمٰن ورحیم (مہربانی ورحم کرنے والا)، ہادی (ہدایت دینے والا)، علیم (علم رکھنے والا) قادر (قدرت رکھنے والا)، سارے ناموں کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔

سوال:۔ جب انسان اور جنات کو صحیح پہچان حاصل نہیں ہوتی تو کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔ جب انسان اور جنات کو اللہ کی صحیح پہچان حاصل نہیں ہوتی ہے تو وہ یا تو کافر بن کر اللہ کا انکار کردیتے ہیں یا مشرک بن کر اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کردیتے ہیں اور مخلوقات کو بھی اللہ جیسا سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات کو شریک کرنے کو کیا کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ کے ساتھ مخلوقات کو شریک کرنا اور انہیں اللہ جیسا سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔

سوال:۔ جب دنیا کے دوسرے مذاہب بھی خدا کو ماننے اور اس کی عبادت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو کیا وہ سچ کہتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا کے دوسرے تمام مذاہب میں خدا کی صحیح پہچان ہی نہیں ہے، وہ مخلوقات کو بھی خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہیں یا پھر کائنات کی چیزوں کے الگ الگ خدا تصور کرتے ہیں، کسی نے پیغمبر کو خدا کا بیٹا بنا دیا اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔

سوال:۔ ہم کیسے سمجھیں کہ خدا کون ہے اور مخلوق کون ہے؟

جواب:۔ پیارے بچو! جو پیدا کرنے والا ہوتا ہے وہ خدا یعنی خالق ہوتا ہے اور

جو پیدا ہونے والا ہوتا ہے وہ مخلوق کہلاتا ہے، اس میں اور خدا میں کوئی مثال ہی نہیں، خدا اور مخلوق کو پہچاننے کا آسان طریقہ یہ ہے:

☆ ہر وہ چیز جو پیدا ہوتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس کو موت آتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس کو مخلوقات کی طرح یا انسان کی طرح جسم ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو نینداور اونگھ لیتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو سانس لینے کی محتاج ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو کچھ کھاتی اور پیتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس کو بیوی بچے ہوں وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو بیماری ہوتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو دوسروں سے مدد لیتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو مشورہ سے کام کرتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو دل، دماغ اور دیگر اعضاء رکھتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو غلطی کرتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو بھولنے کی عادت رکھتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو کسی بھی کام کرنے میں مجبور ہو وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس میں تبدیلی اور تغیر ہوتا ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذرتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو محتاج ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس میں عیب اور نقص ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جس میں خرابی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔
☆ ہر وہ چیز جو علم حاصل کرتی ہے وہ مخلوق ہے خدا نہیں۔

سوال:۔ پھر خدا کیسا ہے؟

جواب:۔ ☆ خدا نہ پیدا ہوا اور نہ مخلوقات کی طرح حیات رکھتا ہے۔

☆ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کو کبھی موت نہیں آتی۔

☆ خدا کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے، نہ اُسے کسی نے پیدا کیا اور نہ کوئی اُسے مار سکتا ہے۔

☆ خدا بھوک، پیاس اور بیماریوں سے پاک ہے۔

☆ خدا کو نیند اور اونگھ بھی نہیں آتی اور نہ وہ تھکتا ہے۔

☆ خدا کو مخلوقات کی طرح سانس لینے کی ضرورت ہی نہیں۔

☆ خدا کو کام کرنے کے لئے مخلوقات کی طرح جسم کی ضرورت ہی نہیں۔

☆ خدا کو مخلوقات کی طرح بیوی بچے نہیں اور نہ وہ اس کا محتاج ہے۔

☆ خدا کا ہماری طرح خاندان، قبیلہ نہیں اور نہ اس کی کوئی جنس ہے۔

☆ خدا کو کسی کی مدد اور سہارے کی کچھ ضرورت ہی نہیں۔

☆ خدا مخلوقات کی طرح کبھی کچھ غلطی کرتا ہی نہیں۔

☆ خدا مخلوقات کی طرح کبھی کچھ نہیں بھولتا۔

☆ خدا کو کہیں سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

☆ خدا میں کسی قسم کا عروج وزوال، کمی زیادتی اور تغیر وتبدیلی نہیں۔

☆ خدا نہ بچہ تھا، نہ جوان ہوا اور نہ ہی بوڑھا ہوگا، وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور رہے گا۔

☆ خدا کو کسی چیز کی محتاجی ہی نہیں۔

☆ خدا کو کوئی کام کرنے میں مجبوری اور محتاجی نہیں۔

☆ خدا تو ہر قسم کے عیب، نقص اور خرابیوں سے پاک ہے۔

☆ خدا کی مثل اور مثال ہی نہیں، نہ اس جیسا کوئی تھا، نہ ہے اور نہ کوئی ہوگا۔

☆ نیند ایک مخلوق ہے، بھوک ایک مخلوق ہے، پیاس ایک مخلوق ہے، موت ایک مخلوق ہے، غذائیں، جسم، اعضاء، بیوی بچے، بچپن جوانی و بوڑھاپا یہ سب مخلوق ہیں، بھلا خدا

خالق ہو کر مخلوق کا محتاج کیسے ہوسکتا ہے؟!

☆ اسی طرح بھوک پیاس کا لگنا مجبوری ومحتاجی ہے، بھولنا اور غلطی کرنا ایک عیب و خرابی ہے، مدد لینا ایک محتاجی ہے، عروج وزوال اور تغیر وتبدیلی عیب ہیں، مدد، سہارا اور مشورہ سب مجبوریاں اور محتاجیاں ہیں، بھلا خدا اگر مجبور ومحتاج، عیب ونقص، عروج وزوال والا ہو تو وہ خدا نہیں کہلا سکتا اور نہ مجبور ومحتاج خدا سے یہ کائنات چل سکتی تھی۔

سوال:۔ دنیا میں بہت سے لوگ خدا کو مانتے تو ہیں مگر شرک کے ساتھ مانتے ہیں، کیا ان کے نیک اعمال قبول کئے جائیں گے؟

جواب:۔ دنیا میں جو لوگ بھی اللہ کو مانتے ہوئے شرک کریں گے ان کا کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوگا، جو لوگ اللہ کو خالص مانتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر اللہ کی اطاعت وغلامی کریں گے انہی کے نیک اعمال قبول ہوں گے۔

سوال:۔ دنیا میں جنتی اور دوزخی انسانوں کی پہچان کیا ہے؟

جواب:۔ جو انسان اللہ پر صحابہؓ جیسا ایمان لا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل میں ہر کام کرے اور اسلام کے راستہ پر چلے تو وہ جنتی ہے، اور اللہ پر صحابہؓ جیسا ایمان نہ رکھے یا اللہ کا انکار کرے یا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرے اور اسلام کے راستہ کو چھوڑ کر غیروں کے راستہ پر چلے تو وہ انسان جہنمی ہے، جنتی بننے کے لئے صحابہؓ جیسا ایمان وعمل رکھنا ہوگا۔

سوال:۔ اللہ کی اطاعت وعبادت سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ دن اور رات میں جتنے کام کرنے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے ان کاموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کرنا اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے بچنا ہی اللہ کی اطاعت وعبادت ہے، اسی طرح دن رات میں جتنے اچھے کام ہم کرتے ہیں وہ سب اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کو خوش کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کرنے سے اللہ کی اطاعت وعبادت ہوتی ہے۔

سوال:۔ کیا صرف نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوۃ دینا حج کرنا عبادت ہے؟

جواب:۔ یہ تمام عبادتیں فرض ہیں، صرف یہ عبادتیں کر لینے سے زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا، ان کے علاوہ زندگی کے دوسرے تمام کام قرآن وحدیث کے مطابق کرنے کا نام اطاعت وعبادت ہے، اس لئے کہ انسان کو بہت ساری ذمہ داریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا۔

سوال:۔ کیا دوسرے تمام کاموں کو عبادت بنایا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ جس طرح ہم نماز اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ پر پڑھتے ہیں، روزہ اسلامی طریقہ پر رکھتے ہیں، حج اسلامی طریقہ کے مطابق ادا کرتے ہیں بالکل اسی طرح کمانے اور خرچ کرنے میں اسلام ہو، کپڑے پہننے میں اسلام ہو، پردہ کرنے میں اسلام ہو، دوستی ودشمنی کرنے میں اسلام ہو، سلام وملاقات کرنے میں اسلام ہو، کھانے پینے میں اسلام ہو، بول وبراز کرنے میں اسلام ہو، پڑوسیوں کے ساتھ رہنے میں اسلام ہو، رسم و رواج ادا کرنے میں اسلام ہو، نکاح کرنے میں اسلام ہو، ماں باپ اور بیوی بچوں کے ساتھ رہنے میں اسلام ہو، بچوں کی پرورش وتربیت کرنے میں اسلام ہو، گفتگو کرنے میں اسلام ہو، وعدہ کرنے میں اسلام ہو، امانت رکھنے میں اسلام ہو، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں اسلام ہو، نوکری وتجارت کرنے میں اسلام ہو، دعوتوں کا اہتمام کرنے وغیرہ میں اسلامی طریقوں کا اہتمام ہو، حرام وحلال کی تمیز کرنے میں اسلام ہو، وراثت ومال کی تقسیم میں بھی میں اسلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں غلو نہ ہو اسلام ہی ہو، غرض زندگی کے تمام کاموں میں اسلامی طریقہ کا ہی لحاظ کیا جائے۔

سوال:۔ دوسرے مذاہب اور اسلام کی عبادتوں میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ زمین وآسمان کا فرق ہے، وہ لوگ کچھ دیر کے لئے ہفتہ میں ایک دن جمع ہوکر شرکیہ عقائد کے ساتھ کچھ اعمال کر لیتے ہیں، اس کے بعد ہفتہ بھر آزادانہ زندگی گذارتے ہیں، خاص شکل وصورت اختیار کر کے کچھ گاتے بجاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کاروبار میں رہ کر عبادت نہیں کی جاسکتی، اس لئے وہ کاروبار سے الگ ہوکر ایک

خاص دن کچھ شرکیہ عقائد کے ساتھ شرکیہ اعمال کر لیتے ہیں، وہ زندگی کے تمام کاروبار میں نفسانی خواہش اور خدا سے غافل رہ کر کرتے ہیں اور من چاہی زندگی گذارتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کے کام کاج کرتے ہوئے عبادت کرنے کا تصور ہی نہیں ہے۔

☆ ایمان والے ہر روز پانچ وقت نماز ادا کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہتے ہیں، پھر نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر جتنے کام کرتے ہیں وہ بھی اللہ کے احکام کے مطابق ادا کر کے رب چاہی زندگی گذارتے ہیں، وہ ہر لمحہ اور ہر وقت اللہ کے احکام کے پابند رہتے ہیں اور زندگی کے ہر عمل سے کلمہ اور ایمان کا حق ادا کرتے ہیں، ایمان والوں کا ایمان جیسا ہے ان کا عمل بھی اسی ایمان کی نمائندگی کرتا ہے اور ایمان کا ثبوت دیتا ہے، وہ اپنے ہر عمل سے اللہ کے مطیع ہونے کا اظہار کرتے ہیں، اسلام ایمان والوں کو نماز اور مسجد کے بعد آزادانہ زندگی گذارنے کی اجازت نہیں دیتا۔

سوال:۔ جو لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد جان بوجھ کر اسلام کی پابندی نہیں کرتے وہ کس قسم کے مسلمان کہلاتے ہیں؟

جواب:۔ جو لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے نماز نہیں پڑھتے، اللہ کے احکام سے منہ پھیرتے اور نافرمانی کرتے ہیں، بے پردہ پھرتے ہیں، فحش کلامی کرتے، دھوکہ دیتے، حرام مال، رشوت، سود، جوڑے کی رقمیں لیتے، دوسروں کی دُکانوں، مکانوں اور زمینات پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں، ناچتے گاتے بجاتے ہیں، جھوٹ بولتے، چوری کرتے، فضول خرچی کرتے، جاہلانہ رسم ورواج کرتے ہیں غرض اسلام کی پابندی جان بوجھ کر نہیں کرتے وہ فاسق اور فاجر کہلاتے ہیں، ان کو اپنے گناہوں کی وجہ سے آخرت میں گناہوں سے پاک ہونے کئی سالوں تک دوزخ میں جلنا پڑے گا، ان کی دنیا کی زندگی اصل مقصد کے خلاف ہوتی ہے، ان کو آخرت میں سزاء بھگتنا پڑے گا۔

سوال:۔ اللہ نے کائنات کی چیزوں کو انسان اور جنات کے لئے کیا بنایا؟

جواب:۔ کائنات کی تمام چیزیں سورج، چاند، زمین، درخت، جانور، ہوا، پانی،

ابر، پہاڑ، نباتات جمادات اور حیوانات وغیرہ سب چیزیں انسان کی خدمت گذار غلام اورنوکر ہیں، یہ سب چیزیں ہرلمحہ انسانوں کی اللہ کے حکم سے مدد و خدمت کر رہی ہیں۔

سوال:۔ انسان نوکر کی خدمت پر کس کا شکریہ ادا کریں، مالک کا یا نوکر کا؟

جواب:۔ جب اللہ نے تمام چیزوں کو انسان کی خدمت کے لئے بنایا ہے تو انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے، نوکروں کا نہیں، شکریہ کا مستحق صرف اللہ ہے۔

سوال:۔ اس کو مثال سے سمجھائیں؟

جواب:۔ مثلاً اگر ہمارے والد ہمارے لئے چار نوکر مقرر کریں اور وہ ہمیں ہر روز اسکول لے جاتے ہیں، کوئی ڈرائیور بن کر مدد کرتا، کوئی کھانا پکا کر دیتا، کوئی کپڑے دھو کر ڈالتا ہے، اب اگر کوئی لڑکا نوکروں کی ان خدمات پر نوکروں کے سامنے جھک کر سجدہ کرے اور ان کا شکریہ ادا کرے تو یہ بے ایمانی ہوگی، شکریہ تو والد کا ادا کرنا ہوگا، یہی ایمانداری ہے، اسی طرح اللہ نے سب چیزوں کو ہمارا نوکر بنایا ہے۔

سوال:۔ جو لوگ سورج، چاند، زمین، درخت اور پہاڑوں کی عبادت کر کے شکریہ ادا کرتے ہیں کیا ان کا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:۔ جو لوگ مخلوقات کی عبادت کر کے شکر ادا کرتے ہیں وہ عمل غلط ہے اور شرک کہلاتا ہے، ان کو تو مخلوقات کے خالق کا شکر ادا کرنا چاہئے جو ان کا حقیقی مالک اور پالنے والا ہے، اسی کے حکم سے مخلوقات انسانوں کی مدد اور خدمت کرتے ہیں۔

سوال:۔ مخلوقات کس طرح اللہ کا حکم ہونے پر مدد و خدمت نہیں کرتے؟

جواب:۔ ابر آسمان پر آتا ہے لیکن برستا نہیں، یا پھر برسات کے موسم میں ابر غائب رہتا ہے، بعض وقت درخت پھل نہیں دیتے، جانور دودھ نہیں دیتے، مرغیاں انڈے نہیں دیتیں، سورج تیز گرمی پھینکتا ہے، زمین زلزلہ پیدا کرتی ہے، ہوائیں طوفان لاتی ہیں اور پانی طغیانی وسیلاب کی شکل اختیار کرتا ہے، ابر پھٹ کر یکدم گر جاتا ہے، نئی نئی بیماریاں اُبھرتی ہیں، ظالم حکمران مسلط ہو کر قتل وخون خرابہ اور ظلم و ناانصافی کرتے ہیں۔

کائنات کا حقیقی مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

اور زمین وآسمانوں کا مالک اللہ ہی ہے۔(آل عمران:۱۸۸)

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا حقیقی مالک ہے؛ جبکہ بہت سے لوگ بہت ساری چیزوں کے مالک نظر آتے ہیں؟

جواب:۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی مالک ہے، دنیا میں بہت سارے انسان بہت ساری چیزوں کے بظاہر مالک نظر آتے ہیں، مثلاً کوئی زمین کا کوئی جانوروں کا، کوئی کھیت اور باغات کا، کوئی دولت کا، کوئی سائیکل موٹر، موٹر، بس، لاریوں کا، کوئی گھروں اور بنگلوں کا، کوئی دُکانوں، فیاکٹریوں کا مالک نظر آتا ہے، یہ تمام لوگ حقیقی مالک نہیں ہوتے، یہ چیزیں ان کی حقیقی ملکیت اور جائیداد نہیں ہوتیں، دنیا میں جو چیزیں بھی انسانوں یا انسانی حکومتوں کے قبضہ میں ہوتی ہیں، ان چیزوں کو وہ نہ بنائے اور نہ ان کی پرورش کرسکتے ہیں اور نہ ان پر ان کو پورا پورا اختیار اور قدرت ہوتی ہے اور نہ ان پر ان کی مکمل حکومت ہوتی ہے، وہ صرف عارضی اور وقتی مدت کے لئے مالک بن جاتے ہیں، جب وہ چیز ان کے قبضہ سے نکل جائے تو وہ مالک باقی نہیں رہتے، مثلاً دولت لٹ جائے یا چوری ہوجائے یا خرچ ہوجائے یا وہ مرجائیں تو دوسرا مالک بن جاتا ہے، زمین یا مکان فروخت ہوجائے یا مالک مکان مرجائے تو دوسرا مالک بن جاتا ہے، جانور، موٹر، بس اور لاری فروخت ہوجائے تو دوسرا مالک بن جاتا ہے، اسی طرح مکان، دُکان، زمین اور جانوروں کے بہت سے عارضی اور وقتی مالک بنتے جاتے ہیں، کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں آسمانوں کا مالک ہوں، میں ہوا کا مالک ہوں، میں ہوا میں اُڑنے والے اتنے پرندوں کا مالک ہوں، میں سورج کا مالک ہوں، میں چاند اور فلاں فلاں ستاروں کا مالک ہوں، میں سمندر کے اتنے پانی کا مالک ہوں، میں زمین کے اندر کی چیزوں کا مالک

ہوں، اگر کوئی ایسا کہے تو وہ پاگل اور بیوقوف کہلائے گا، پتہ نہیں ہم جس گھر اور بنگلے میں رہتے ہیں اس کی زمین کے کتنے عارضی اور جھوٹے مالک گذرے ہوں گے اور وہ زمین کن کن کے پاس سے منتقل ہوکر ہمارے قبضہ میں آئی ہے۔

کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ابتداء سے آج تک اور دنیا کے ختم ہوجانے تک اکیلا وہی مالک تھا، وہی مالک ہے اور وہی مالک رہے گا، اس کو نہ موت آتی ہے اور نہ کوئی اس کی چیز اس سے چھین سکتا ہے اور نہ اس کی ملکیت میں کوئی کمی ہوتی ہے اور نہ کوئی دوسرا اس کی ملکیت پر دعویٰ کرسکتا ہے۔

سوال:۔ کسی چیز کا مالک بننے کے لئے کیا کیا صفات ہونا ضروری ہے؟

جواب:۔ کسی بھی چیز کے مالک بننے کے لئے اس میں یہ چار صفات اور خوبیاں ہونا ضروری ہے:

۱۔ وہی اکیلا بنانے اور پیدا کرنے والا ہو۔
۲۔ وہی خود اکیلا پالنے اور پرورش کرنے والا ہو۔
۳۔ وہی خود اکیلا اس چیز پر مکمل قدرت رکھنے والا ہو۔
۴۔ وہی خود اکیلا اس چیز پر حکومت کرنے والا ہو۔

یعنی اس چیز کا وہی خالق ہو، وہی رب ہو، وہی قادر ہو اور وہی حاکم ہو، ان میں سے کسی ایک صفت کی کمی آجائے تو وہ مالک نہیں بن سکتا، ان میں سے کوئی دوسرا ایک کام بھی کرے تو وہ مالک نہیں بن سکتا، اس لحاظ سے اللہ اکیلا پوری کائنات کا خالق بھی ہے، وہی اکیلا رب بھی ہے، وہی اکیلا قادر بھی ہے اور وہی اکیلا حاکم بھی ہے، ان صفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، اس لئے وہی اکیلا اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک ہے **لَا مَالِکَ اِلَّا اللّٰہ۔**

سوال:۔ کائنات کی چیزیں استعمال کرتے وقت ان پر کس کا نام لیا جائے اور کس کا شکر ادا کیا جائے؟

جواب:۔ کائنات کی چیزیں استعمال کرتے وقت ان کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی کا

نام لیا جائے اور اسی کا شکر ادا کیا جائے۔

سوال:۔ ہم دیکھتے ہیں کہ چاول، غلہ اناج، ترکاریاں، پھل وغیرہ اُگانے میں کسان، دُکاندار، ماں باپ، درخت، پودے سب ساتھ دے رہے ہیں، صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام کیوں لیں؟

جواب:۔ پیارے بچو! یہ بتاؤ کہ جو غلہ اور اناج تم کھاتے ہو ان کو بنانے اور پیدا کرنے والا اور ان کے پودوں کی پرورش کرنے والا اور ان سے غلہ و اناج نکالنے کی قدرت رکھنے والا حقیقی مالک کون ہے؟ ان کا حقیقی مالک تو صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہے، اگر تمہارے والد بازار اور دُکان سے چاول، گیہوں اور ترکاری خرید کر لاتے ہیں تو وہ اصلی مالک نہیں، اگر دُکاندار غلہ فروخت کر رہا ہے تو وہ اصلی مالک نہیں، اگر کسان کھیت میں زراعت کر کے غلہ، اناج اور ترکاریاں اُگا رہا ہے تو وہ اصلی اور حقیقی مالک نہیں، اس لئے کہ یہ تمام لوگ نہ غلہ بنا سکتے ہیں، نہ پیدا کر سکتے ہیں، نہ پرورش کر سکتے ہیں اور نہ ان کو پودوں و درختوں سے نکال سکتے ہیں، اصلی اور حقیقی مالک تو صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ نے ہوا، پانی، سورج، چاند، زمین، بیج اور درخت کو بنایا اور پیدا کیا ہے، یہ سب چیزوں پر اللہ کی حکومت ہے، اگر وہ ان چیزوں میں سے کوئی ایک چیز بھی کم کر دے تو انسان کو غلہ نہیں مل سکتا، اس لئے حقیقی اور اصلی مالک ہی کا نام لے کر کھانا ایمانداری ہے اور جو مالک نہیں اس کا نام لے کر کھانا بے ایمانی ہے۔

سوال:۔ چیزوں کے استعمال اور کھانے کے بعد صرف اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کیوں کریں؟

جواب:۔ غلہ اناج اور ترکاریاں پیدا کرنے کیلئے اللہ نے کائنات کی بڑی بڑی مخلوقات کو اس کام میں لگا دیا ہے، ایک دانہ گیہوں اور چاول کو اُگانے کے لئے آسمانوں پر ابر لاتا ہے، زمین کو جاندار بناتا ہے، پانی سے پودوں میں جان ڈالتا ہے، ہواؤں سے ان کو زندہ رکھتا ہے، سورج سے گرمی دیتا، چاند سے تیار کرتا، اور ان کے خاص خاص موسم

رکھے، تین چار مہینوں کے بعد چاول اور گیہوں تیار کرتا ہے، اب اگر غلہ وترکاریاں تیار ہوجانے کے بعد طوفان، زلزلے اور طغیانی لادے یا کیڑوں کے حوالے کردے تو کیا انسان کو غلہ ہاتھ آسکتا ہے؟

غلہ ترکاریاں یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اللہ ہمیں بڑے بڑے انتظامات اور حفاظت کے ساتھ عطاء کرتا ہے، اب اس کا نام لے کر کھانا ایمانداری ہے اور مخلوق کا نام لے کر کھانا بے ایمانی ہے، اسی طرح کھانے کے بعد اس کا شکرادا کرنا ایمانداری اور شکر ادا نہ کرنا بے ایمانی ونمک حرامی ہے۔

غیر ایمان والے اللہ سے غافل بنے رہتے ہیں یا پھر اللہ کو بھول کر اس کی نعمتیں کھاتے اور کھانے کے بعد مخلوقات کے آگے سر جھکا کر اللہ کے ساتھ ناشکراپن کرتے ہیں اور مخلوق کا شکرادا کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کی نظر مالک حقیقی پر نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ کی نعمتوں کو غفلت، بے دردی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے فضول خرچی کرتے ہیں یعنی ایک بکرایا اونٹ ذبح کرکے زیادہ حصہ پھینک دیں یا چاول، روٹی اور سالن کو باسی، بچا ہوا یا جھوٹا کہہ کر کچرا کونڈی میں پھینک دیں یا پھل فروٹ ضائع و برباد کردیں تو اس طرح کے عمل سے اپنے مالک کی نعمتوں کی ناقدری کرنا اور ناشکری کرنا تصور ہوگا، دنیا میں غیر ایمان والے اللہ کی پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے یہ ناشکری کرتے ہیں، بے شعور ایمان والے بھی یہ حرکتیں کرتے ہیں، مگر حقیقی ایمان والے اللہ کی ہر ہر نعمت کی قدر اور شکر گذاری کرتے ہیں، یہی ایمانداری ہے، بڑے احترام اور ادب سے اللہ کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے نعمت استعمال کرتے ہیں، ایک دانہ بھی گر جائے تو دسترخوان پر سے چُن کر کھالیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اجنبی لوگوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھارہے تھے، ہاتھ سے کچھ نوالہ گر گیا، بازو بیٹھے غلام نے کہا: سرکار! آپ اس گرے ہوئے کھانے کو مت اٹھایئے ورنہ یہ لوگ جو ہم سے واقف نہیں مسلمانوں کو غیر مہذب خیال

کریں گے، حضرت حذیفہؓ نے کہا: کیا میں ان دنیاداروں کی وجہ سے اپنے آقا کی سنت کو چھوڑ کر اللہ کی نعمت ضائع کردوں، یہ کہہ کر کھانا اٹھایا صاف کیا اور کھالیا، اللہ کے رزق کی قدر کی۔

سوال:۔ کیا صرف زبان سے شکر کے الفاظ بولنے سے شکر ادا ہو جاتا ہے؟

جواب:۔ نہیں! کسی بھی نعمت پر زبان سے الحمد للہ کہنا اور دل سے اس نعمت کا احترام کر کے اللہ کی محبت اور عظمت کو دل میں بٹھانا کہ سوائے اس کے مجھے کوئی نعمت دینے والا نہیں، پھر جس کام کے لئے نعمت دی گئی اس کو اللہ کے حکم کے مطابق اسی کام میں لگانا شکر ہے، مثلاً اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئے کپڑے ماں باپ یا رشتہ داروں کے ذریعہ دیئے تو آپ اس تحفہ کو لیکر ماں باپ کو **جَزَاکَ اللّٰہُ** کہنا، پھر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہنا اور ان کپڑوں کو شریعت کے مطابق جسم کے ڈھانکنے میں استعمال کرنا شکر گذاری ہے، ایسا نہیں کہ آپ کپڑے ملنے کے بعد زبان سے الحمد للہ کہیں، پھر ان کپڑوں کو چولہے میں ڈال کر چائے بنائیں یا پہن کر غرور و تکبر کریں یا اِترائیں یا غریبوں کو نیچا دکھائیں تو یہ ناشکری ہے، دولت ملے تو دولت سے جوّا کھیلنا، فلم دیکھنا، فضول خرچی کرنا، ظلم کرنا، غرور کرنا، یہ سب دولت سے اللہ کی ناشکری ہے۔

سوال:۔ مالکِ حقیقی کا شکر ادا کرنے کا سب سے بڑا طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ مالکِ حقیقی کا شکر ادا کرنے کا سب سے بڑا طریقہ پانچ وقت کی نماز وقت پر ادا کرنا اور نعمتوں سے جو طاقت، قوت اور صحت حاصل ہو اس سے مالک کی وفاداری، اطاعت اور غلامی کرنا یہی شکر بجا لانے کا اونچا و اعلیٰ طریقہ ہے، جو لوگ نماز ادا نہیں کرتے اور نعمتیں کھا کر جان بوجھ کر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ نمک حرام اور ناشکرے انسان بن جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب ''اللہ ہی حقیقی مالک و بادشاہ ہے'' دیکھئے۔

☆☆☆☆☆

اللہ ہی اکیلا مخلوقات کا معبود ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

سوال:۔ معبود کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ معبود وہ ذات ہے جس کی عبادت واطاعت کی جائے۔

سوال:۔ کوئی ذات معبود کب بن سکتی ہے؟

جواب:۔ جو مالک حقیقی ہو وہی معبود بن سکتا ہے، اسی مالک کی اطاعت وعبادت کرنا ایمان داری ہے، مالک کو چھوڑ کر دوسروں کی اطاعت وعبادت کرنا بے ایمانی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا مالک نہیں؟

جواب:۔ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا کسی ایک ذرہ کا بھی نہ خالق ہے، نہ رب ہے، نہ قادر ہے نہ حاکم ہے، ذرہ ذرہ پر تمام صفات اکیلے اللہ ہی کی ہیں، اگر کوئی کسی چیز کو بنائے، دوسرا اس کی پرورش کرے، تیسرا اس کی نگرانی اور استعمال کرے، چوتھا اس پر حکومت و اختیار رکھے، تو وہ چیز کسی کی ملکیت نہیں بن سکتی، اس لئے کہ سب کے سب مجبور ومحتاج ہو جائیں گے، مگر کائنات میں اللہ کے سواء کوئی بھی نہ خالق ہے نہ رب ہے، نہ قادر ہے اور نہ حاکم ہے، اس لئے اللہ کے سواء کسی کے مالک بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال:۔ اللہ ہی جب اکیلا مالک ہے تو اس کے ساتھ بندہ کا تعلق کیسا ہو؟

جواب:۔ مالک حقیقی کے ساتھ بندہ شکر گذار، فرمانبردار، حکموں پر دوڑنے والے غلام کی طرح رہے، اپنی تمام حاجتیں اسی سے مانگے اور غلطی ہونے پر اسی سے معافی مانگے، مالک کے علاوہ کسی دوسرے کو مالک یا مالک جیسا نہ مانے اور نہ اپنے کئی مالک مانے، سوائے مالکِ حقیقی کے کسی کی عبدیت و بندگی نہ کرے اور سب سے زیادہ مالکِ حقیقی ہی سے محبت رکھے، محبت کا اظہار کرنے کے لئے اذان کے ساتھ ہی نماز کے لئے دوڑے۔

سوال:۔ اگر انسان اللہ کے علاوہ کئی مالک مانے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا؟

جواب:۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی مالک مانے گا تو یہ مالک کے ساتھ غداری ہوگی، دنیا کی زندگی میں اگر ایک غلام کے لئے کئی مالک ہوں تو غلام کے لئے مصیبت ہی مصیبت ہوگی کہ وہ کس کا حکم مانے، کس کا شکر ادا کرے، کسی ایک کا کام کرتا رہے گا تو دوسرا اپنا حکم نہ ماننے پر ناراض ہوجائے گا، غلام کسی ایک کی تعریف کرے گا تو دوسرا ناراض ہوجائے گا، کسی ایک کی خدمت میں رہے گا تو دوسرا اپنی خدمت کے لئے پکارے گا، نہ جانے پر وہ ناراض ہوگا اور خدمت کرتے کرتے چلے جانے پر یہ ناراض ہوگا، اس لئے غلام کے لئے ایک آقا ہی بہتر اور صحیح ہے، کئی آقا اس کے لئے فساد کا ذریعہ ہیں، اس لئے اللہ کے علاوہ انسانوں، جنوں اور تمام کائنات کی چیزوں کا کوئی دوسرا مالک نہیں، ورنہ انسان کس کی عبادت کرتا؟ کس کا شکر ادا کرتا؟ کس کے حکموں پر چلتا اور کس کی فرمانبرداری کرتا؟

سوال:۔ کیا انسان اور جن کے علاوہ کائنات کی کوئی اور مخلوق اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت و بندگی کر رہی ہے۔

جواب:۔ انسان اور جن کے سواء کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ ہی کی اطاعت و بندگی کر رہا ہے، اسی کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے، تمام مخلوقات اسی کے حکموں پر زندگی گذار رہی ہیں، وہ اللہ کے ساتھ کبھی نافرمانی نہیں کرتیں، مختلف مخلوقات مختلف طریقوں سے اللہ کے ذکر و تسبیح اور عبادت میں مشغول ہیں، ہم ان کی بولی نہیں سمجھ سکتے، مثلاً بہتا پانی اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، کپڑا میلا ہوجائے تو تسبیح نہیں کرتا، پرندے اپنی بولی میں اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں، مچھلیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں، درخت اور پودے سب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

اس کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کا حصہ ''کلمہ طیبہ کو سمجھانے کا طریقہ'' ضرور پڑھیں اور پڑھائیں۔

☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مالک اور بادشاہ ہے

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ـ

اللہ تعالیٰ ہی حقیقی بادشاہ ہے بڑی بلندی والا ہے۔(المؤمنون:۱۱۶)

سوال:۔ اللہ کی صفات حاکمیت اور مالکیت سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو باقاعدہ یہ تعلیم دی کہ زمین وآسمان کے درمیان اور کائنات میں جتنی مخلوقات ہیں وہ تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں یعنی اللہ ہی ان تمام چیزوں کا اکیلا مالک ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت اور اقتدار ہے، کوئی دوسرا کائنات کے ذرہ کا بھی نہ مالک ہے اور نہ حاکم وبادشاہ، اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مالک اور بادشاہ ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کی صفات حاکمیت و مالکیت کو نہ سمجھنے سے انسان کیا غلطی کرتے ہیں؟

جواب:۔ دنیا کی امن وسلامتی کا پورا راز اللہ تعالیٰ کی صفات حاکمیت و مالکیت کو سمجھنے میں ہے، جب انسان اللہ کی صفات حاکمیت و مالکیت سے واقف نہیں ہوتے یا ایمان کی محرومی کی وجہ سے اللہ کی ان صفات کی پہچان نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا مانتے ہوئے دنیا کی زندگی میں فساد مچاتے ہیں، اللہ کی چیزوں کو اپنی ملکیت سمجھتے اور ان چیزوں کو اپنی مرضی اور خواہشات پر استعمال کرتے ہیں، ان چیزوں پر اپنی حکومت اور حاکمیت چلاتے ہیں، وہ دنیا کی چیزوں پر اللہ کی مرضی اور حکم چلنے نہیں دیتے۔

سوال:۔ انسان کیسے اللہ کی چیزوں پر اپنی حاکمیت و مالکیت کا دعویٰ کرتا ہے؟

جواب:۔ جن جن چیزوں تک انسان پہنچ سکتا ہے ان پر قبضہ کر لیتا ہے اور پھر ان کو اپنی ملکیت تصور کر کے ان کا مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، پھر ان چیزوں پر اپنی حاکمیت

(حکومت) قائم کرتا ہے، خدا کے بندوں کو اپنے احکام پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے اور خدا کی چیزوں کو خدا کی مرضی کے مطابق نہیں اپنی مرضی پر استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال:۔ دنیا انسانوں اور جنوں کے لئے کس قسم کی جگہ ہے؟

جواب:۔ پوری کائنات میں زمین ہی ایک ایسا ٹکڑا ہے جو انسانوں اور جنات کے لئے امتحان و آزمائش کی جگہ بنایا گیا، پھر انسانوں اور جنوں کا امتحان لینے کے لئے زمین کی مختلف چیزیں ان کے حوالے کی گئیں اور انسان کو خلیفۃ الارض کی ذمہ داری دی گئی، یعنی زمین کی مخلوقات کا سردار بنایا گیا اور یہ ہدایات انسان کو دی گئی کہ زمین کے علاوہ سورج، چاند، ستارے، سیارے، ہوا، پانی، درخت، آسمان اور سمندر ہر چیز اللہ کی ملکیت ہیں اور ہر چیز پر حکومت بھی اللہ ہی کی ہے، انسان خلیفۃ الارض بن کر زمین پر اللہ کے احکام نافذ کرے جس طرح زمین کے علاوہ کائنات کے تمام حصوں میں اللہ کے احکام چلتے ہیں، انسان اپنی مرضی وخواہش سے زمین پر بھی اللہ کے احکام چلا کر خود بھی ان احکام کا پابند بنے اور دوسرے انسانوں کو بھی پابند بنائے، اس کو زمین پر خود مختار اور نڈر بن کر نہیں؛ بلکہ اللہ کی بڑائی، مالکیت اور حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے زندگی گذارنا ہوگا، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور اپنی حاکمیت و مالکیت چلائے گا تو مرنے کے بعد جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

سوال:۔ انسان کو جو جو چیزیں دی گئی ہیں ان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب:۔ انسانوں کو جو جو چیزیں اختیار میں دی گئی ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے امانت کے طور پر دی گئی ہیں، وہ سب اللہ کی ملکیت ہیں، انسان اور جنات کو جسم اور جسمانی اعضاء بھی ان کے امتحان کے لئے دئے گئے؛ تاکہ ان کے اچھے بُرے اعمال کو جانچا جائے، وہ بھی اللہ کی امانت ہے، انسان مالک نہیں امانت دار ہے۔

سوال:۔ امانت کا استعمال کیسے کیا جائے؟

جواب:۔ امانت کا استعمال اس کے مالک کے حکم کے مطابق کیا جائے، جس کو امانت دی جا رہی ہے وہ اس کو اپنی مرضی اور خواہش پر جیسا چاہے استعمال نہیں کر سکتا، اگر

کوئی امانت لے کر اپنی مرضی پر استعمال کرے تو یہ بے ایمانی، خیانت اور غداری ہوگی، اس کا جواب دینا اور حساب دینا پڑے گا۔

سوال:۔ انسان امانت میں خیانت اور بے ایمانی کیسے کرتا ہے؟

جواب:۔ انسان زمین پر خلیفۃ الارض بنایا گیا اور مختصر مدت کے لئے اس کو زمین کے انتظامات کرنے، حکومت کرنے اور زمین کی چیزوں کو استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا، وہ زمین اور زمین کی چیزوں کا مالک نہیں اس لئے کہ وہ کوئی چیز نہ بناتا ہے اور نہ پرورش کرتا اور نہ ان پر پوری قدرت رکھتا ہے، صرف حکومت، اقتدار ملتے ہی اپنے آپ کو مالک اور حاکم حقیقی سمجھ کر مالکیت اور حاکمیت کا دعویٰ کر دیتا ہے، اسی طرح جسم اور جسمانی اعضاء کو بھی اپنی ملکیت تصور کر کے ان پر اپنی حکومت چلاتا ہے۔

سوال:۔ انسان کی حاکمیت اور مالکیت کی مثال کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ زمین کو مختلف برّ اعظموں میں تقسیم کیا پھر ان کے مختلف خطّے اور ممالک بنائے، انسان کا یہ حال ہے کہ زمین کے جس جس خطّے اور ملک پر وہ قبضہ کر سکتا ہے ان پر قابض ہو کر ان کو اپنی ملکیت اور اپنی زمین کہتا ہے اور اس زمین کے حصہ پر اپنی حاکمیت جتاتا اور حکم چلاتا ہے، چنانچہ دنیا میں زمین کے خطوں اور ملکوں کے لحاظ سے وہاں کے لوگ اس زمین پر الگ الگ ملکیت و حاکمیت کا دعویٰ کرنے والے بن گئے، اب تو چاند اور ستاروں پر جانے کی اور اس کے حصوں پر قبضہ کی کوشش کر رہے ہیں، اسی طرح زمین کے وہ حصے جو انفرادی طور پر گھر، بنگلہ، کھیت اور باغات بنانے کیلئے انسانوں کے قبضہ میں ہیں وہ ان پر اپنی اپنی حاکمیت اور مالکیت کا دعویٰ رکھتے ہیں، کوئی ملک کوئی زمین والا یہ نہیں کہتا کہ یہ اللہ کی زمین ہے اور میں اس کا امانت دار ہوں، یہاں میری حاکمیت نہیں اللہ کی حاکمیت چلنا چاہئے۔

سوال:۔ انسان زمین کو اپنی زمین اور ملکیت سمجھ کر کیا فساد کر رہا ہے؟

جواب:۔ انسان زمین کو اپنی زمین اور ملکیت سمجھتا ہے تو وہ اللہ کی ملکیت پر اپنی حکومت اپنے قانون چلاتا ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی بڑائی میں نہیں اپنی بڑائی میں

زندگی گذارنے پر مجبور کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس زمین کا حقیقی حاکم و بادشاہ سمجھتا ہے، اپنے دماغ سے قانون بنا کر حکومت کرتا ہے۔

سوال:۔ **انسان جسم کو اپنی ملکیت سمجھ کر کیا فساد کر رہا ہے؟**

جواب:۔ انسان جب زمین کی طرح جسم کو بھی اللہ کی ملکیت کے بجائے اپنی ملکیت سمجھتا ہے تو وہ جسم کے تمام اعضاء پر اپنی مرضی اور حکومت چلاتا ہے، جسم پر اپنی حاکمیت قائم کرتا ہے، جسم کے اعضاء کو اللہ کے حکموں پر نہیں بلکہ اپنی مرضی اور خواہش پر استعمال کرتا ہے اور اللہ کی حکومت اور بڑائی جسم پر بھی قائم ہونے نہیں دیتا، تمام اعضاء کو اللہ کی بغاوت میں استعمال کرتا ہے، جسم سے کفر، شرک، نافرمانی، زنا، شراب، جوا، قتل اور ناانصافی کرتا ہے۔

سوال:۔ **انسان کو جب خلیفۃ الارض بنایا گیا اور بہت ساری چیزیں اس کے حوالے کی گئیں تو کیا وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتا؟**

جواب:۔ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ بنائی گئی، انسان جب خلیفۃ الارض بنایا گیا تو وہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے مالک کا وفادار بنے اور مالک کی مرضی پر چلے، اگر وہ مالک کی مرضی اور احکام کے خلاف اپنی مرضی چلائے تو پھر وہ خلیفہ نہ رہا، غدار اور باغی ہو گیا، زبردستی کا مالک بن گیا، اللہ نے تو زمین اور اس پر کی چیزوں، جسم اور جسمانی اعضاء امتحان کی غرض سے مختصر وقفہ اور مدت کے لئے انسانوں کو دیتا ہے، جس زمین اور جس ملک میں انسان رہتا ہے پتہ نہیں شروع زمانہ سے لے کر آج تک کتنے مالک اس ملک اور اس زمین کے گذرے ہوں گے، موت کے ساتھ ہی وہ جن جن چیزوں پر قابض تھا اس کے دوسرے قابض ہو گئے، وہ مالکیت اور حاکمیت کا دعویٰ کرنے والے سب چھوڑ کر چلے گئے، جو چیزیں مختصر مدت اور امتحان، ضرورتوں کو پورا کرنے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے دی جاتی ہیں ان کے ہم مالک کیسے بن سکتے ہیں؟ ان پر اپنی مرضی کیسے چلا سکتے ہیں؟

سوال:۔ **اگر کسی بینک کے کیاشیر کو دس لاکھ روپے کاؤنٹر میں رکھ کر گاہکوں کو تقسیم کرنے دئے جائیں تو کیا وہ مالک ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟**

جواب:۔ اگر کسی بینک میں کیاشیر کو رقم دی جائے تو وہ اس کو بینک کی امانت سمجھتا ہے اور بینک کے حکم کے مطابق احتیاط کے ساتھ گاہکوں کو دیتا ہے، حساب دینے کا احساس رکھتا ہے، اگر وہ اپنے آپ کو مالک کہہ کر پیسوں میں کمی کردے تو اس کو گرفتار کر کے مجرم ٹھہرایا جاتا ہے۔

سوال:۔ کیا حکومت کا کوئی گورنر اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے؟

جواب:۔ کوئی گورنر اپنے آپ کو اصلی حاکم نہیں سمجھتا؛ بلکہ خود کو حکومت کا نمائندہ سمجھتا ہے، حکومت کا کوئی گورنر حکومت کے بنگلے، موٹریں، دولت کو اپنی ملکیت کہے اور حکومت کے خلاف خود حاکم ہونے کا دعویٰ کرے اور حکومت کے احکام کو چھوڑ کر اپنے احکام چلائے تو اس کو فوراً گرفتار کر کے مجرم قرار دیا جاتا ہے، گورنر کو حکومت کا وفادار رہنا ضروری ہے۔

سوال:۔ کوئی کمپنی کا افسر کمپنی کے مالک کے احکام کے خلاف چلے تو کمپنی کا کیا حال ہوتا ہے؟

جواب:۔ کسی کمپنی کے ڈائرکٹر کو کمپنی کا سامان خریدنے رقم دی جائے اور کام کرنے والوں کی تنخواہیں تقسیم کرنے کے لئے دی جائے، موٹر، بنگلہ، ایرکنڈیشن روم اور کمپیوٹر دیا جائے، اب اگر وہ یہ کہے کہ میں ہی کمپنی کا مالک ہوں اور کمپنی کی دولت اپنی مرضی سے استعمال کر کے خرچ کروں گا، کمپنی مالک کے احکام پر نہیں؛ میری مرضی پر چلے گی، میں جب چاہے کمپنی کو آؤں گا اور جاؤں گا، کمپنی کے اوقات میں کام کرنے کے بجائے کمپنی کے ٹی وی اور کمپیوٹر پر ناچ گانا، ڈرامے اور کھیل کو دیکھتا رہوں گا، کمپنی کے اوقات میں شراب کی محفلیں سجاؤں گا، کمپنی کی موٹر، بنگلہ اور سامان کو فروخت کر کے عیش کروں گا، جوا اور ریس کھیلوں گا، تو کمپنی فساد کے حوالے ہوجائے گی اور اس کا سارا انتظام بگڑ جائے گا اور کمپنی کا مالک اس کو گرفتار کر کے مجرم ٹھہرائے گا۔

سوال:۔ دنیا کی زندگی میں جب انسان کسی کا نوکر اور ملازم بنتا ہے تو وہاں مالک ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کرتا؟ پھر دنیا میں زمین اور زمین کی

چیزوں یا اپنے جسم وجسمانی اعضاء کا مالک بننے کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

جواب:۔ دنیا کی زندگی میں اگر کوئی گورنر حاکم ہونے کا دعویٰ کردے یا ملازم مالک ہونے کا دعویٰ کردے یا کمپنی کا منیجر کمپنی کے مال کو اپنی مرضی سے استعمال کرنا شروع کردے تو دنیا میں فوراً اس کو پکڑا جاتا ہے اور مجرم ٹھہرا کر سزاء دی جاتی ہے، اس کو غدار اور نمک حرام قرار دیا جاتا ہے، اس لئے دنیا کے نوکر مالک کے احکام مانتے ہوئے مالک کی چیزوں کو مالک کی ملکیت کہتے ہوئے نوکری کرتے ہیں، امانتوں کا حساب دینے کا احساس رکھ کر نوکری کرتے ہیں، پکڑے جانے پر سزاء ہونے کا ڈر رکھتے ہیں۔

دنیا کی زندگی میں انسان زمین پر یا جسم پر اپنی ملکیت وحاکمیت چلائے اور دنیا میں اللہ کے احکام کو بالائے طاق رکھ کر اپنے احکام چلائے اور نافذ کرے اور انسانوں سے اپنی خدائی کروائے تو یہاں فوراً پکڑا نہیں جارہا ہے، یہاں فوراً حساب نہیں لیا جارہا ہے اور نہ یہاں فوراً سزاء دی جارہی ہے، آخرت اس کی نظروں سے غائب بھی ہے اس لئے یقین نہیں، اس لئے انسان آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا میں اور دنیا کی چیزوں پر اپنی ملکیت وحاکمیت چلاتا ہے اور نڈر بن کر رہتا ہے، آخرت پر یقین نہیں رکھتا۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنی ان صفات کی تعلیم صرف تعریف کرنے اور عظمت ماننے کے لئے دی ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کی جو تعلیم دی ہے اس کے ذریعہ وہ کوئی اپنی شان میں اضافہ کرنے نہیں دی، انسان چاہے اس کو پہچانے یا نہ پہچانے، اس کو مانے یا نہ مانے، اس کی شان ومقام میں نہ رتّی برابر کا اضافہ ہوتا ہے اور نہ کمی ہوتی ہے، اس نے دنیا کو امتحان گاہ بنا کر بندوں کی بھلائی، کامیابی اور فائدے کے لئے اپنا تعارف اور پہچان کرایا؛ تاکہ بندے دنیا میں جا کر دنیا کی چیزوں پر قبضہ کرنے کے بعد اور دنیا میں عارضی اقتدار ملنے کے بعد اپنی مالکیت وحاکمیت نہ چلائیں بلکہ اللہ کو اصلی اور حقیقی مالک اور ملِک یعنی بادشاہ مانتے ہوئے اللہ کی بڑائی کو تسلیم کرتے ہوئے اسی کی بڑائی میں زندگی گذاریں، اس لئے کہ انسان

کی فطرت بھی یہی ہے کہ وہ جس کو اپنا حقیقی مالک اور حاکم مانتا ہے اسی کی اطاعت وغلامی کرتا ہے، اس کی نافرمانی اور بغاوت سے ڈرتا ہے، اس کے پاس حساب دینے، پکڑے جانے کا احساس بھی رہتا ہے، اس کے مال کو امانت سمجھ کر استعمال کرتا ہے۔

سوال:۔ اذان، نماز اور تلبیہ میں بار بار کیا چیز یاد دلائی جارہی ہے؟

جواب:۔ دن میں پانچ مرتبہ اذان کے ذریعہ انسانوں کے کانوں میں اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کے ذریعہ اللہ ہی کے بڑے ہونے کو بار بار یاد دلایا اور سنایا جارہا ہے، حاجی اور عمرہ کرنے والے تلبیہ میں اللہ ہی کی بادشاہت کا ہزاروں بار اقرار کرتے ہیں، اس کے ذریعہ یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ تم اللہ کی بڑائی ہی میں زندگی گذارو، سب سے بڑا اللہ ہے، کائنات میں اسی اکیلے کی بادشاہت ہے، مگر عجیب بات ہے کہ لوگ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اللہ اکبر کے کلمات کو فضاؤں میں تو بلند کرتے ہیں مگر وہ اللہ کی بڑائی کی عظمت کو اپنے سینوں میں داخل نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ مسجد کی حد تک اللہ کو بڑا تو مانتے ہیں اور مسجد میں اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے مگر مسجد سے باہر نکلنے کے بعد گھروں، محلوں، بازاروں، دُکانوں، تجارت گاہوں، دفاتر، عدالت، پارلیمنٹ اور کمپنیوں میں اللہ کی بڑائی میں زندگی نہیں گذارتے، شادی بیاہ میں اپنی بڑائی چلاتے، مال کمانے، خرچ کرنے میں اپنی بڑائی چلاتے، دوستی اور دشمنی، وقت گذارنے، جسم کو استعمال کرنے میں اپنی مرضی چلاتے ہیں، اللہ کو زبان سے تو بڑا کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت و مالکیت کو ماننے کے بجائے غیر شعوری طور پر انسانوں کی حاکمیت و مالکیت کو مان کر زندگی گذارتے ہیں، جس کی وجہ سے غیر مسلم تو غیر مسلم مسلم ممالک میں اکثریت مسلمانوں کی ہونے کے باوجود شراب کے اڈّے، زنا، جوا، ناچ گانے کے کلب، سودی کاروبار اور ریس کلب کے پرمیٹ جاری کئے جاتے ہیں اور عوام الناس بے پردگی، بے حیائی، نیم عریاں لباس، فضول خرچی، نماز روزہ سے دور، گانوں اور فلموں کے شوقین، شرکیہ عقائد واعمال کے عادی اور یہود ونصاریٰ کے کلچر کے شوقین بن کر زندگی گذارتے ہیں، گویا اللہ کی حاکمیت اور مالکیت کو مسجد ہی کی حد تک مانتے ہیں اور اللہ کی

زمین پر اپنا قانون بنا کر زندگی گذارتے ہیں، ذرا غور کیجئے کیا اس طرح اللہ کی بڑائی ماننا، ماننا کہلائے گا؟ کم عقل والا بھی اس کو بڑا نہیں مانے گا، جب اللہ حاکم و مالک ہے تو وہی اکبر ہے۔

سوال:۔ زمین کے علاوہ کائنات کے دوسرے تمام حصوں میں کیا انسان اپنی حکومت چلا سکتا ہے؟

جواب:۔ انسان زمین سے ہٹ کر آسمان، سورج، چاند، ستاروں، سیاروں، فرشتوں، سمندروں، ہواؤں، بادلوں، درختوں اور جانوروں پر بھی وہ اپنی حاکمیت و مالکیت قائم نہیں کرسکتا، ہر چیز پر اللہ کا حکم چلتا ہے، یہاں تک کہ زمین پر جو جو چیزیں اس کی خدمت کر رہی ہیں ان پر بھی وہ کسی قسم کی حاکمیت و مالکیت نہیں رکھتا، زمین اگر زلزلہ سے ہلنے لگے تو پریشان ہو کر بھاگ جاتا ہے، ہوائیں آندھی وطوفان پیدا کریں تو اس کا گھر، کھیتی سب تباہ ہو جاتے ہیں، پانی سے طغیانی وسیلاب آجائے، سمندروں میں سونامی آجائے تو اپنی جان تک نہیں بچا سکتا، کھیتی اور درخت، میوہ، ترکاریاں، غلہ اور اناج نہ دیں، جانور دودھ اور انڈے نہ دیں تو مجبور بن کر رہتا ہے، جو جانور اللہ کے حکم سے اس کے ساتھ رہتے ہیں مثلاً ہاتھی، اونٹ، گھوڑا وغیرہ انہیں اگر غصہ آجائے تو اٹھا کر پٹک دیں تو کچھ بھی نہیں کرسکتا، شیر، ببر، چیتا، ریچھ، ہرن، لومڑی، دریائی جانور، ہوا میں اڑنے والے پرندوں پر وہ اپنی حکومت اور ملکیت نہیں قائم کرسکتا، زمین میں رہنے والے کیڑوں پر وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتا، اس کو تو صرف زمین کی چند چیزوں پر امتحان کی خاطر کچھ وقت کے لئے اللہ تعالیٰ اقتدار دیتا ہے، جب کائنات کی تمام چیزوں پر اللہ کا اقتدار اور حکومت ہے تو زمین پر جو کائنات میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے اس پر انسان کی حکومت کیسے؟ پھر انسان خود اپنے جسم و جاں کا مالک نہیں، جب چاہے مر جاتا ہے، اس کا مرنا خود اس کے اختیار میں نہیں، نہ وہ اپنی اولاد کو موت سے بچا سکتا ہے، بیمار پڑ جائے تو اپنے آپ کو صحتمند نہیں بنا سکتا، وہ خود ہر لمحہ ہر گھڑی اللہ ہی کا محتاج ہے، مجبور و محتاج ہو کر حاکمیت اور مالکیت کا اعلان کرنا یہ اس کی نادانی، بیوقوفی اور گمراہی ہے، شیطان اس کو دھوکہ میں ڈالتا ہے۔

مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''اللہ ہی حقیقی مالک اور بادشاہ ہے'' ضرور پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ خالق (پیدا کرنے و بنانے والا) ہے

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔ (الحشر:۲۴)

وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا بہترین صورت گری کرنے والا۔

سوال:۔ خالق کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ خالق وہ ہے جو بغیر اسباب کے مخلوقات کو پیدا کرے اور بنائے۔

سوال:۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں؟

جواب:۔ ہاں اللہ کے علاوہ کوئی بھی خالق نہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی چیزیں کس طرح بناتا اور پیدا کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی چیزیں میٹریل اور بغیر میٹریل یعنی اسباب و بغیر اسباب کے بناتا اور پیدا کرتا ہے۔

سوال:۔ وہ کس طرح چیزوں کو وجود میں لاتا ہے؟

جواب:۔ وہ کُن (بن جا) کہتا ہے تو وہ بن جاتی ہیں۔

سوال:۔ کیا اللہ آگ، پانی اور نور پر تصویر بنا سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، سب کچھ کر سکتا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی کسی کو آگ سے بنا سکتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کے علاوہ کوئی بھی کسی کو آگ سے نہیں بنا سکتا۔

سوال:۔ اللہ نے آگ سے کس کو بنایا؟

جواب:۔ اللہ نے آگ سے جنات اور شیاطین کو بنایا۔

سوال:۔ کیا ہم روشنی اور نور سے کوئی چیز بنا سکتے ہیں؟

جواب:۔ سوائے اللہ کے کوئی بھی روشنی اور نور سے کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔

سوال:۔ اللہ نے نور سے کس کو بنایا؟

جواب:۔ اللہ نے نور سے فرشتوں کو بنایا۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ کسی کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں اللہ تعالیٰ پھلوں، ترکاریوں، غلہ، اناج اور گندگی میں کیڑوں کو بغیر ماں باپ کے پیدا کرتا ہے۔

سوال:۔ اس نے جاندار مخلوقات میں بغیر ماں باپ، بغیر ماں، بغیر باپ کے کس کس کو پیدا کیا ہے؟

جواب:۔ اللہ نے بغیر ماں باپ کے حضرت آدمؑ کو اور بغیر ماں کے حضرت حواؑ کو اور بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو بھی بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔

سوال:۔ کیا اللہ بغیر نر کے صرف غذاء کھلا کر انڈا بنا سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ مرغی اور بطخ وغیرہ میں غذائیں کھلا کر بغیر نر کے انڈا بناتا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ مشین اور آلہ سے کوئی چیز بناتا ہے؟

جواب:۔ اللہ کو کوئی چیز بنانے کے لئے مشین اور آلہ کی ضرورت نہیں، وہ اس کے بغیر بھی چیزیں بناتا اور پیدا کرتا ہے۔

سوال:۔ بغیر مشین اور آلہ کے کونسی چیزیں بناتا ہے، مثال دو؟

جواب:۔ اللہ انڈوں میں اور جانداروں کے پیٹ میں بغیر مشین و آلہ کے بچہ کا جسم اور اعضاء بناتا ہے، اس نے تمام مخلوقات کو بغیر مشین اور آلہ کے بنایا اور پیدا کیا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بنانے کے لئے روپیہ پیسہ، مٹیریل اور مزدور اور سامان چاہئے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بنانے کے لئے نہ روپیہ پیسہ چاہئے، نہ مٹیریل، نہ مزدور اور نہ ہی سامان چاہئے، کسی چیز کو بنانے میں وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔

سوال:۔ کیا ہم مٹی، لکڑی وغیرہ سے کوئی چیز بنا کر اس میں جان ڈال

سکتے ہیں؟

جواب:۔ نہیں ہم کسی چیز میں جان نہیں ڈال سکتے۔

سوال:۔ **اللہ نے کن چیزوں کو مٹی سے بنایا؟**

جواب:۔ اللہ نے تمام جانداروں کو مٹی کے رس سے بنایا، وہی اکیلا کسی بھی چیز میں جان ڈال سکتا ہے، اس نے حضرت موسیٰؑ کے عصاء کو اژدھا بنا دیا۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ جو جو چیزیں بناتا ہے کیا وہ اللہ پر حملہ کر سکتی ہیں یا اللہ سے بڑھ کر طاقتور ہو سکتی ہیں؟**

جواب:۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر طاقتور نہیں ہو سکتی اور نہ اللہ پر حملہ کر سکتی ہے، سب کے سب اللہ کے محتاج و مجبور اور کمزور ہیں۔

سوال:۔ **انسانی سائینس داں بہت ساری چیزیں بناتے اور ایجاد کرتے ہیں ان کو خالق کیوں نہیں کہتے؟**

جواب:۔ انسانی سائنسدان جو چیزیں بھی بناتے ہیں وہ اللہ کے پیدا کردہ مٹیریل اور اسباب کو لے کر بناتے ہیں، اس لئے وہ خالق نہیں کہلا سکتے، خالق صرف اکیلے اللہ ہیں۔

سوال:۔ **کیا اللہ کو کسی نے کائنات کی مخلوقات بنانا اور پیدا کرنا سکھایا؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوقات بنانے اور پیدا کرنے کا طریقہ سکھانے کی ضرورت ہی نہیں، وہ خود اپنے آپ سے خالق ہے، اس کو ہر چیز کا علم ہے، وہی اکیلا خالق کائنات ہے۔

سوال:۔ **اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے تو اس کی تخلیق کی مثال دو؟**

جواب:۔ مخلوقات پر غور کرو، اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر پلّر کے ہمارے سروں پر کھڑا رکھا ہے، پھر بغیر بجلی کے اس کی دن کی خوبصورتی الگ رکھی ہے اور رات کا نظارہ الگ رکھا، اس پر چاند ستارے سجا کر اس کو بے انتہاء خوبصورت بنا دیا، باوجود پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق سے لال، کالے اور سفید رنگ کے بادل لاتا ہے اور ہماری آنکھوں کو سکون دیتا ہے، بغیر بادلوں کے دن میں وہ سفید اور نیلے رنگوں میں خوبصورت

نظر آتا ہے، اس کی بناوٹ ایسی عجیب ہے کہ ہزاروں سال سے ہر روز نیا ہی نیا نظر آتا ہے، اس میں کبھی پُرانا پن نظر نہیں آتا، کبھی اس میں کوئی دراڑ اور تڑخ نہیں پڑتی، اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین کی طرح اونچا نیچا نہیں بنایا، مسطح بنایا، اس کو آسمانی رنگ دے کر مخلوقات کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا، انسان اُسے دیکھنے سے کبھی بیزار نہیں ہوتا اور بلندی اتنی رکھی کہ انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

☆ اللہ نے بہت سارے جاندار بنائے، کسی کو چیونٹی بنایا، کسی کو ہاتھی، کسی کو پرندے بنائے، کسی کو چرندے، کسی کو درندے اور کسی کو حشرات الارض بنایا، ہر قسم کے جانداروں کی شکل وصورت طبیعت، مزاج، صفات اور آواز الگ الگ رکھا، پھر ہر جاندار میں اللہ نے اپنی تخلیق سے دیکھنے کی مشین آنکھ، سننے کی مشین کان، سونگھنے کی مشین ناک، کھانے اور بات کرنے کی مشین زبان، چلنے کی مشین پیر، پکڑنے کی مشین ہاتھ، سوچنے سمجھنے کی مشین دماغ، دورانِ خون کی مشین دل، خون کو صاف کرنے کی مشین گردے، غذاء ہضم کرنے کی مشین معدہ اور بول و براز خارج کرنے کی مشین لگایا ہے، انسانوں کو تو عمدہ واعلیٰ عقل وفہم اور بہترین بات کرنے کی صلاحیت دی ہے، یہ سب اس کی تخلیق کا کمال ہی کمال ہے، پھر ہر جاندار کی بولیاں الگ الگ رکھیں، انسانوں میں بھی ہر ملک اور ہر جگہ کی بولیاں الگ الگ رکھیں، پھر ہر مخلوق میں نر اور مادہ اور عورت ومرد بنائے اور ان کی آوازیں الگ الگ رکھیں۔

☆ اللہ نے بہت ساری چیزیں ایسی بنائیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں، ہوا، روح، فرشتے، بخار، بجلی، اسی طرح مالکِ کائنات کے موجود ہوتے ہوئے ہم اُسے دیکھ نہیں سکتے۔

اس کی مزید تفصیل جاننے ہماری کتاب تعلیم الایمان کا حصہ ''اللہ کیسی تخلیق کرتا ہے'' اور ''ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' اور ''اللہ سے محبت بڑھانے کا طریقہ'' پڑھیں۔

☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ رب (پرورش کرنے والا) ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔(الفاتحہ:۱)

سوال:۔ رب کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ کائنات کی ہر جاندار اور غیر جاندار کی ہر ضرورت کو پوار کرنے والے کو رب یعنی پرورش کرنے والا کہتے ہیں۔

سوال:۔ رب کے مکمل معنیٰ کیا ہیں؟

جواب:۔ رب کے معنیٰ ہیں پالنے اور پرورش کرنے والا، دیکھ بھال کرنے والا، کفیل، تربیت کرنے والا، مالک، آقا کے ہیں۔

سوال:۔ پالنے اور پرورش کرنے والے سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ پالنے اور پرورش کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہر مخلوق کی ہر عمر میں ہر ضرورت کو ہر وقت ہر اعتبار سے محبت وشفقت کے ساتھ پورا کرنا اور تکمیل تک پہنچانا، وہ صرف اکیلا اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں جو ہر مخلوق کی ہر عمر میں ہر ضرورت کو ہر وقت پوری کر سکے۔

سوال:۔ ضرورتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ پیدا کرنا ضرورت ہے، موت دینا ضرورت ہے، اولاد دینا، جسم، اعضاء، دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیتیں دینا ضرورت ہے، علم دینا، ہاضمہ کا نظام، تندرستی دینا، بیماریوں سے شفاء دینا، دوائیں، نیند، راحت، ہنر، نوکری، تجارت، سواریاں، بھوک، پیاس، ہوا، پانی، دودھ، انڈے، گوشت، غذائیں، ترکاریاں، پھل، روشنی، اندھیرا، گرمی، سردی، دن، رات، آگ، ماں، باپ، استاذ، روپیہ پیسہ، زمین، مکان، دُکان، زندگی کی

مہلت، وغیرہ وغیرہ کا انتظام کرنا، یہ سب ضرورتوں میں آتا ہے، مختلف مخلوقات کی مختلف ضرورتیں اور حاجتیں ہیں، ان کو ان کے مقام پر پورا کرنا پرورش کہلاتا ہے۔

سوال:۔ اسے مثالوں سے کیسے سمجھیں؟

جواب:۔ انڈے میں بچہ بننے اور پیدا ہونے تک انڈے کے پانی پر تصویر بنانا، پھر اس کو جسم واعضاء دینا، پھر وہاں زندہ رکھنا اور مکمل ہونے کے بعد باہر نکلنے کی طاقت دینا، ماں کے پیٹ میں بچہ بنانا اور وہاں جسم واعضاء کی تمام ضرورتیں پوری کرنا، بیج میں پودا بننے اور نکلنے تک ضرورت پوری کرتے رہنا، پھر انڈے، پیٹ اور بیج سے نکلنے کے بعد مکمل انسان، جانور اور درخت بننے تک ہر عمر میں ہر وقت ہر لحاظ سے مناسب سامانِ زندگی مہیا کرتے رہنے کا نام پرورش اور ربوبیت ہے، انسان اور جنات کے دنیا سے جانے کے بعد آخرت کی ضرورتیں بھی پوری کرنا پرورش میں آتا ہے۔

سوال:۔ کیا صرف ایک ضرورت کھانا کھلانے کا نام پرورش نہیں؟

جواب:۔ صرف ایک ضرورت پوری کرنے کو پرورش نہیں کہتے۔

سوال:۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ زندگی گذارنے والے ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہن، شوہر بیوی، استاذ، ڈاکٹر، سائنسدان، بادشاہ، صدر، حکومت کے لوگ وغیرہ یہ سب ہماری بہت ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، کیا یہ لوگ رب نہیں کہلا سکتے؟ ان کو رب کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

جواب:۔ پیارے بچو! ماں باپ، اولاد، شوہر یا دوسرے لوگ کسی کی ضرورتیں پوری کرے یا پرورش میں مدد کریں یا پالیں تو وہ رب نہیں کہلا سکتے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ جن جن چیزوں سے ہماری ضرورتیں پوری کریں گے وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں، وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہماری ہر ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں، مثلاً وہ ہمیں غذائیں، پھل، ترکاریاں، غلہ اناج، کپڑا وغیرہ دیتے ہیں تو یہ سب اسباب اور مٹیریل اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور بغیر پیسوں کے زمین

سے اُگاتا ہے، کسان پیسوں کی خاطر بازار میں فروخت کرتے ہیں، وہ ہمیں بازار سے خرید کرلا کر دیتے ہیں، مثلاً جس طرح ہم بکری، گائے، بھینس اور گھوڑے کو گھاس، چنا اور پانی ڈالتے ہیں، گھاس چنا اور پانی سب کو اللہ ہی پیدا کرتا اور دیتا ہے، تب ہی ہم جانوروں کی ضرورتوں کو پوری کرتے ہیں، اگر گھاس چنا نہ ملے اور پانی آسمان سے نہ برسے تو ہم جانوروں کو چارہ ڈالنے اور پانی پلانے سے مجبور ہوجاتے ہیں، پھر جانوروں کے لئے ہوا، روشنی، گرمی، سردی، خون کا نظام، بول و براز کا نظام، جسم میں طاقت کا نظام، بیماریوں سے بچانے اور شفاء کا نظام، دل اور گردوں کی حرکت کا نظام، جسم کا درجۂ حرارت، یہ سب ہم نہیں کرسکتے، یہ نظام خراب ہوجائے تو اس نظام کو درست بھی نہیں کرسکتے۔

بالکل اسی طرح ہمارے ماں باپ، اولاد، شوہر، سائنسدان، صدر، بادشاہ یا حکومت کے لوگ ہماری ہر ہر ضرورت پوری نہیں کرسکتے، ضرورتوں میں پیدا ہونا، بچپن، جوانی، بوڑھاپے سے گذرنا، نیند لانا اور بیدار کرنا، سماعت، بصارت، بولنا، دورانِ خون، دل کا دھڑکنا، بیماریوں سے شفاء، غم کا دور کرنا، سکون و راحت کا ملنا، غذاؤں کا ہضم ہونا، پیاس بجھانا، علم و ہدایت کا دینا وغیرہ یہ تمام ضرورتیں بغیر اللہ کی مدد کے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔

فرض کرو کسی بچہ کی آنکھوں میں روشنی کم ہو یا نظر نہ آئے، کانوں سے سنائی نہ دے، زبان سے بات کرنا نہ آئے تو ماں باپ آنکھ، کان اور زبان کی ضرورتیں پوری نہیں کرسکتے، اگر نیند نہ آئے تو نیند نہیں دے سکتے، غذاء ہضم نہ ہو تو غذاء کو ہضم نہیں کراسکتے، دل کی حرکت بند ہوجائے تو اس کو حرکت دے نہیں سکتے۔

سائنسداں کو اگر اللہ علم نہ دے، عقل و فہم نہ دے، ہاتھ اور پیر نہ دے، آلات و اوزار نہ دے، اشیاء اور مٹیریل نہ دے تو وہ نہ کوئی تجربہ کرسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی چیز بناسکتے۔

صدر اور بادشاہ زلزلہ آجائے، طوفان آجائے، سونامی آجائے یا بارش رُک جائے یا اناج کو کیڑے کھاجائیں یا کسی پر موت آجائے تو کچھ بھی مدد نہیں کرسکتے، اس لئے وہ رب نہیں کہلا سکتے، رب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے سواء کوئی دوسرا رب نہیں، وہی

اکیلا کائنات کے ذرہ ذرہ کی تربیت، پرورش اور ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

سوال:۔ اللہ ہر مخلوق کی ہر ضرورت کو اس کے مقام پر کیسے پوری کرتا ہے؟

جواب:۔ کائنات کی ہر مخلوق کی الگ الگ ضرورتیں ہوتی ہیں، اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا پوری کر ہی نہیں سکتا، مثلاً کسی کی ضرورت پانی میں پوری کرتا ہے، کسی کی ضرورت زمین پر پوری کرتا ہے، کسی کی ضرورت زمین کے اندر اور کسی کی ضرورت آسمانوں میں اور کسی کی خلاؤں میں، کسی کی ریگستانوں میں اور کسی کی جنگلوں میں، کسی کی پہاڑوں میں اور کسی کی ہواؤں میں ضرورتیں پوری کرتا ہے، جو جس مقام پر ہے اس کی ضرورتیں وہیں اور اسی مقام پر پوری کرتا ہے، ریگستان کے جانور مٹی کی طرف نہیں آتے، نہ سمندر کے جانور سمندروں سے باہر آتے ہیں، جنگل کے جانور جنگل سے باہر نہیں آتے، اگر وہ اپنا مقام چھوڑ کر آ جائیں تو دوسرے مقامات پر نہ ان کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور نہ ان کی حفاظت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ انڈوں میں پلنے والوں کی ضرورت انڈوں میں پوری کرتا ہے، جانداروں کے پیٹ میں پلنے والے بچوں کی ضرورت پیٹ میں ہی پوری کرتا ہے، بیج میں پلنے والے پودوں کی ضرورت بیج میں ہی پوری کرتا ہے، درختوں اور پودوں کی ساری ضروریات انہی کے مقام پر پوری کرتا ہے، اس لحاظ سے رب کی آسان طریقے سے تعریف یہ ہوگی کہ ہر مخلوق کی ہر عمر میں ہر وقت، ہر ضرورت کو محبت وشفقت کے ساتھ پوری کرنے والے کو رب کہتے ہیں، اور وہ صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

انڈوں میں سوراخ نہیں ہوتا، ہوا، پانی اور غذاء اندر جا نہیں سکتے مگر اللہ وہاں دو دو مہینوں تک بچوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، پانی میں رہنے والے جانور کھیت اور زراعت نہیں کر سکتے، ان کو صرف پانی میں تیرتے ہوئے اپنی غذاء تلاش کرنی پڑتی ہے، ان کے بچوں اور ان کی پرورش کی ساری ضرورتیں اللہ پانی میں ہی پوری کرتا ہے، زمین پر رہنے والے درندے، چرندے نہ اپنی غذاء اپنے اوپر لاد کر پھرتے ہیں اور نہ اپنے رہنے کی جگہ پر محفوظ کرتے ہیں مگر اللہ ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے، چیونٹی، کیڑے مکوڑے جو کمزور

اور نا تواں ہوتے ہیں ان کی ضروریات دن رات پوری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پرندوں کو گھونسلوں میں رہنے کے قابل بنایا، وہ ہر روز صبح اللہ کے بھروسہ پر بھوکے اڑتے ہیں اور شام کو اپنے بچوں کے لئے غذاء لے کر واپس آتے ہیں، ان کی ساری ضرورتیں اللہ پوری کرتا ہے، ان کے رہنے، سونے، کھانے پینے کا کوئی ٹھکانہ مقرر نہیں ہوتا، اور ان کی حفاظت خطرہ میں ہوتی ہے، مگر اللہ ان کی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور ہر روز حفاظت کرتا ہے۔

انسان کا بچہ ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک رہتا ہے، ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نو مہینے تک بچہ کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت ہے، دنیا کی زندگی میں مچھر، مکھی، مچھلی، مینڈک اور مگرمچھ اور کچھوے کے بچوں کی بغیر ماں باپ کے پرورش کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ صرف اسباب ہی کے ذریعہ مخلوقات کی ضرورتیں پوری کرتا ہے یا بغیر اسباب کے بھی کرتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے، وہ اسباب اور بغیر اسباب کے مخلوقات کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

سوال:۔ کونسی مخلوقات کو ماں باپ کے ذریعہ اور کونسی مخلوق کو بغیر ماں باپ کے پالتا ہے؟

جواب:۔ جانداروں میں انسانوں کی ماں باپ کے ذریعہ پرورش کرتا ہے، جانوروں میں بہت سے جانوروں کو نر اور مادہ کے ذریعہ مثلاً کبوتر، کوا، خرگوش، چیل، مینا اور طوطے کے بچوں وغیرہ کی نر اور مادہ کے ذریعہ پرورش کرتا ہے۔

اور بہت سے جانور مثلاً گائے، بھینس، بکری، اونٹ، ہاتھی، ہرن، بلی، مرغی وغیرہ کے بچوں کی صرف ماں کے ذریعہ پرورش کرتا ہے، اسی طرح مچھلی، مینڈک، مکھی، مچھر، کچھوا، چیونٹی اور بہت سے کیڑے مکوڑوں کے لاروؤں کی بغیر ماں باپ کے پرورش کرتا ہے،

درختوں کی پرورش بھی بغیر ماں باپ کے کرتا ہے، فرشتوں کو بھی بغیر ماں باپ کے پالتا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کسی کی بغیر غذاء، ہوا، پانی، بول و براز کے پرورش کرتا ہے؟

جواب:۔ ہاں وہ کسی کی بھی جس طرح چاہے پرورش کر سکتا ہے۔

☆ فرشتوں کی پرورش کے لئے ہوا، پانی، غذاء اور بول و براز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس نے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا اور ان کی پرورش ان تمام چیزوں کے بغیر کر رہا ہے۔

☆ اصحابِ کہف کی اللہ نے تین سو سال سے زیادہ نیند دے کر پرورش کی۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمن فرعون کے گھر میں رکھ کر پرورش کی۔

☆ دیمک اور نیوزی لینڈ کے نیشنل برڈ کی بغیر آنکھیں دئے پرورش کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کسی جاندار کی بغیر پانی پلائے پرورش کر سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! وہ ہر چیز پر قادر ہے، ریگستانی چوہے اور گھروں کی چھپکلی کو بغیر پانی پلائے زندہ رکھتا ہے، اونٹ کو پندرہ تا بیس دن بغیر پانی پلائے زندہ رکھتا ہے۔

سوال:۔ کونسی مخلوق ہے جس کی اللہ تعالیٰ بغیر نوکری، دُکان، مال، جائیداد، ہنر اور ڈگری کے پرورش کرتا ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کی بغیر نوکری، دُکان، مال و دولت، جائیداد، ہنر اور ڈگری کے پرورش کرتا ہے، وہ اللہ کے بھروسہ پر ہر روز صبح بھوکے نکلتے ہیں اور اپنی اپنی غذاء تلاش کر کے شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں، فرشتوں کو بھی وہ نوکری، تجارت، ہنر اور دولت و جائیداد کے بغیر پرورش کرتا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کی بغیر نوکری، تجارت، مال، جائیداد، ہنر، ڈگری کے کب پرورش کرتا ہے؟

جواب:۔ انسان جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتے ہیں، ان کے پاس نہ دولت ہوتی ہے، نہ نوکری، نہ تجارت، نہ دُکان، نہ جائیداد، نہ ہنر اور نہ ڈگری، ان تمام چیزوں

کے بغیر وہ پرورش کرتا ہے، اسی طرح جانوروں کے بچوں کی انڈوں میں اور ماں کے پیٹ میں بغیر ہوا، پانی، غذاء، بول وبراز اور روشنی کے پرورش کرتا ہے، وہ انڈوں میں نہ اُڑ سکتے ہیں، نے پیٹ میں چارہ ڈھونڈ سکتے ہیں۔

سوال:۔ **دنیا کی زندگی میں اسباب اختیار کرنا چاہئے یانہیں؟**

جواب:۔ دنیا کی زندگی میں اسباب اختیار کر کے اللہ پر بھروسہ کرنا ہوگا، ماڈرن تعلیم، ڈاکٹر، انجینئر اور سائنسدان بن کر انسانوں کی مدد کرنا اور اللہ کی صفت رب کی نقل کرنا ہوگا۔

سوال:۔ **اللہ نے انسان، جانوروں اور نباتات کی سانس کا انتظام کیسے کیا اور کس مخلوق کو سانس کی ضرورت نہیں؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ انسانوں اور جانوروں کی سانس کا انتظام درختوں اور پودوں سے نکلنے والی آکسیجن گیاس (ہوا) سے کیا اور پودوں اور درختوں کی سانس کا انتظام انسانوں اور جانوروں سے نکلنے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیاس (ہوا) سے کیا، فرشتوں کی بغیر سانس کے پرورش کر رہا ہے۔

سوال:۔ **اگر کوئی اللہ کو چھوڑ کر مخلوقات سے اپنی ضرورتیں اولاد، رزق، نوکری، صحت، حیات، تجارت اور کامیابی مانگے تو اس عمل کو کیا کہیں گے؟ اور اللہ کی کونسی صفت کا انکار ہو جاتا ہے؟**

جواب:۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوقات سے بھی اپنی ضرورتیں مانگے تو اس کا یہ عمل صفات میں شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کو رب نہ ماننا ہے، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) فرض کرو کسی لڑکے کے والد کی دُکان میں ہر چیز موجود ہے، اب اگر لڑکا اپنی ضرورت کی چیز اپنے والد کی دُکان سے نہ لے کر والد کے دوست سے مانگے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ یا تو اس کے والد کی دُکان میں وہ چیز نہیں ہے یا وہ دوسری جگہ پوچھ کر مانگ کر والد کی بے عزتی وتوہین کر رہا ہے یا والد کو وہ چیز دینے کی طاقت رکھنے والا نہیں سمجھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ تو اپنی تمام مخلوقات کی ہر ضرورت کو رات دن پوری کرتا ہے، وہ

انسانوں کی بھی ہر ضرورت کو پوری کرنے تیار رہتا ہے، اب اگر انسان اپنی ضرورت کی چیزیں اولاد، نوکری، تجارت، صحت، بیٹا بیٹی وغیرہ یا گناہوں سے معافی دوسری جگہ اور مخلوقات سے مانگے تو اس کے معنی ہیں کہ نعوذ باللہ وہ چیز اللہ کے پاس نہیں ہے یا اللہ وہ چیز اپنے بندے کو نہیں دے سکتا، اس طرح مانگ کر وہ اپنے کو ذلیل کر رہا ہے اور مالک کے ساتھ بے رُخی بھی کر رہا ہے اور اللہ کو رب یعنی ضرورتوں کا پورا کرنے والا نہیں مان رہا ہے؛ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے یا نمک کی ڈلی کی ضرورت بھی ہو تو اللہ ہی سے مانگو، اس لئے انسان اور جن اپنی ہر ضرورت اللہ ہی سے مانگیں۔

سوال:۔ کیا انسان کا مخلوقات سے پلنے کا تصور رکھنا صحیح ہے؟

جواب:۔ جو لوگ اللہ سے ہٹ کر مخلوقات سے پلنے کا تصور رکھتے ہیں انسان کا یہ تصور شرک ہے، بہت سے لوگ دُکان، دولت، کھیت، سورج، ابر، درخت، پہاڑ سے پلنے کا عقیدہ رکھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں یا پھر ہوا پانی، دولت، سورج، علم، حیات و موت کے دیوتا الگ الگ مان کر ان کے ذریعہ اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ کے سامنے پیش کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

اس کو اس مثال سے سمجھو! گھروں میں پینے کا پانی نلوں سے آتا ہے، نلوں میں گھروں کے اوپر کی ٹانکی سے آتا ہے اور ٹانکی میں سرکاری فلٹر ہاؤس سے آتا ہے، فلٹر ہاؤس کو پانی تالاب سے آتا ہے اور تالاب میں ندی و نالوں کے ذریعہ جمع ہوتا ہے، ندی نالوں میں آسمان کے ابر سے برستا ہے، ابر کو اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعہ ایک جگہ پر لاتا ہے اور برسنے کا حکم دیتا ہے، اب اگر پانی ابر ہی سے نہ برسے اور برسات ہی نہ ہو اور کوئی آدمی ٹوٹی پر یا ٹانکی پر یا فلٹر ہاؤس پر پھول چڑھا کر ان کے سامنے ہاتھ جوڑے تو کیا یہ عقلمندی ہے؟ کیا یہ اللہ کے ساتھ وفاداری ہے؟ کیا اللہ کے علاوہ مخلوقات کو ضرورتیں پوری کرنے والا سمجھ رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار الاسباب یعنی **Place of Sources** بنایا اور بہت ساری نعمتیں وہ اسباب کے ذریعہ دیتا ہے، جس طرح پانی ہمارے نلوں تک آنے کے لئے مختلف

ذرائع ہیں اور ہم عقل رکھتے ہوئے ابر اور درمیان کے واسطوں اور ذرائع پر نظر نہیں رکھتے، صرف اللہ پر نظر رکھتے ہیں، بالکل اسی طرح زندگی کے تمام کاروبار میں اسباب پر نظر نہ رکھتے ہوئے اللہ پر نظر رکھنا ہوگا، ایمان سے محروم انسان سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، کھیت، دولت، دُکان، ہنر، ڈگری اور جو نعمتیں حاصل کرنے کے ذرائع ہیں ان پر نظر رکھتے ہیں، اکثر کمزور ایمان والے بھی ماں باپ، اولاد، دُکان، جائیداد، ڈگری، ہنر، شوہر، تجارت اور دواؤں سے پلنے کا یقین رکھ کر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حالانکہ ہر انسان سے جب پانی نہ ملنے پر پوچھا جائے تو وہ درمیانی واسطوں کو چھوڑ کر انگلی اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اوپر والے کی طرف سے پانی ملے گا، مگر زندگی کے مختلف کاروبار پر اسباب کو اصل سمجھتا ہے اور اسباب ہی پر نظر رکھتا ہے۔

سوال:۔ بتوں اور دیوی دیوتاؤں کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کرانے کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب:۔ سورہ بقرہ آیت ۳۷ میں ہے: ’’اور جنہوں نے اللہ کے سواء مددگار ٹھہرا لئے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ان کو محض اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ سے قریب کردیں‘‘، اکثر ایمان سے محروم انسان اللہ کے پاس واسطے اور وسیلہ سے اپنی سفارش کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ اللہ کو دنیا کے بادشاہوں کی طرح سمجھتے اور قیاس کر کے کہتے ہیں کہ دنیا کے حکمرانوں کے پاس جب بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے نہیں جا سکتے تو کائنات کے مالک کے پاس راست کیسے جا سکتے ہیں؟ کائنات کے مالک میں اور دنیا کے حکمرانوں میں کوئی مناسبت مثال اور برابری ہی نہیں، دنیا کے حکمران عیب اور نقص والے ہوتے ہیں، مجبور و محتاج ہوتے ہیں، وہ نہ کمرہ کے باہر کیا ہو رہا ہے جانتے ہیں، نہ لوگوں کے صحیح و غلط کو سمجھ سکتے ہیں، نہ دلوں کے حال سے واقف ہوتے ہیں، وہ انسانوں کی صحیح حالت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے گواہوں اور درمیانی واسطوں سے حقیقت جانتے ہیں، ان کے وزیر اور خادم اگر کسی پر ظلم کریں، رشوت لے کر سفارش کریں تو وہ اپنے ماتحتوں کی حرکتوں سے تک

واقف نہیں ہوتے ، اللہ تعالیٰ تو غیب کا حال جاننے والا ہے، وہ انسانوں کے دلوں کے حال سے تک واقف ہوتا ہے، وہ یہ تک جانتا ہے کہ آئندہ کوئی بندہ کیا کرنیوالا ہے، اس نے یہ تعلیم دی کہ وہ نینداوراونگھ تک نہیں لیتا، دن رات مخلوقات کی حاجتوں اورضرورتوں کو پورا کرتا رہتا ہے، اس کو جب چاہے پکارنے اور راست مدد مانگنے کی تعلیم دی، قرآن و حدیث میں جتنی دعائیں وہ سکھایا ہے، سب میں راست اللہ سے رجوع ہونے کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ اسباب، ذرائع اور واسطوں کا محتاج نہیں، انسان اسباب، ذرائع اور واسطوں کا محتاج ہے، وہ مجبور ہونے کی وجہ سے ٹی وی، ٹیلیفون، گواہوں اور وکیلوں یا ماتحتوں سے حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے ماضی حال اور مستقبل سب کچھ کھلا ہے، اس لئے بندے اسی سے راست دعاء مانگیں، اسی سے راست مدد مانگیں، وہ تو اندھیری رات میں سمندر کے کالے پتھر پر کالی چیونٹی کے چلنے کو دیکھتا ہے اوراس کے پیروں کی آواز کو سنتا ہے، اس سے کوئی چیز چھپائی نہیں جاسکتی، نہ اس سے جھوٹ بیان کیا جاسکتا ہے۔

اگر دنیا کا بادشاہ یہ اعلان کردے کہ وہ اپنی عدالت اور دربار عوام کے لئے دن رات کھلا رکھتا ہے، اس کی رعایا براہ راست اس کو آکر پکارے اور مدد طلب کرے اس کے باوجود کوئی اس کے ماتحت کے واسطے سے اس کے پاس جانا چاہے تو یہ بیوقوفی، نادانی اور کم عقلی کی بات ہے، اسی طرح اللہ نے اپنی بارگاہ میں انسانوں کو راست دعاء مانگنے کی تعلیم دی ہے، غیر ایمان والے اپنے مذہبی پیشواؤں کے پاس جاکران کو دولت دے کراپنے گناہ معاف کرواتے اورضرورتیں ان کے ذریعہ مانگتے ہیں، یہ دراصل غیر مسلموں اور غیر ایمان والوں کا عمل ہے، اللہ تو بڑے سے بڑے گنہگاراور مجرم کی دعاء بھی راست سنتا ہے اور قبول کرتا ہے، اللہ سے دعاء نہ مانگ کر مخلوقات سے دعاء اور مدد مانگنا دراصل اللہ کی صفت ربوبیت کا انکار ہے، نعوذ باللہ اللہ کو مجبور ومحتاج سمجھنا ہے۔

☆☆☆☆☆

راحت وتکلیف سب اللہ کی مرضی ومشیت سے ہوتی ہے

پیارے بچو! دنیا میں انسان جب زندگی گذارتا ہےاور دنیا کے امتحان وآزمائش کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس پر مختلف حالات آتے ہیں، کبھی وہ بیمار ہوجاتا ہے اور کبھی صحتمند رہتا ہے، کبھی پریشان رہتا ہے، کبھی سکون میں رہتا ہے، کبھی غریب اور کبھی امیر رہتا ہے، کبھی کامیاب اور کبھی ناکام رہتا ہے، ان تمام حالات میں شر اور خیر، راحت وتکلیف کو اللہ کی مرضی ومنشاء تصور کرنا اور اللہ پر نگاہ رکھنا، اللہ سے رجوع ہوکر ان میں خراب حالات کے دور ہونے کی دعاء کرنا، غیر ایمان والے ان حالات کو اسباب سے ڈر کر اسباب کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں؛ حالانکہ اسباب میں نفع ونقصان کی طاقت ہی نہیں ہے، مثلاً:

سوال:۔ **جب زلزلہ آتا ہے تو لوگ زمین پر نظر رکھتے ہیں یا اللہ پر؟**

جواب:۔ ایمان والے اور غیر ایمان والے سب کی نظر اللہ پر ہوتی ہے زمین پر نہیں۔

سوال:۔ **جب طغیانی اور سونامی آتی ہے تو انسان پانی پر نظر رکھتا ہے یا اللہ پر؟**

جواب:۔ ایمان والے اور غیر ایمان والے ہر ایک کی نظر اللہ پر ہوتی ہے پانی پر نہیں۔

سوال:۔ **سمندر میں جہاز ڈوبنے لگتا ہے تو ہر ایک اللہ کو پکارتا ہے یا پانی کو؟**

جواب:۔ سب کو بھول کر ہر کوئی اللہ کو پکارتا ہے۔

سوال:۔ **دنیا میں جب آندھی اور طوفان آتا ہے تو لوگ ہوا پر نظر رکھتے ہیں یا اللہ تعالیٰ پر؟**

جواب:۔ ایمان والا اور غیر ایمان والا ہر کوئی اللہ پر نظر رکھتا ہے۔

ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی مرضی سے زمین ہل رہی ہے، پانی سمندر سے باہر آگیا ہے، ہوا کی رفتار تیز ہوگئی، جہاز اللہ کے حکم سے ڈوب رہا ہے، مگر زندگی کے دوسرے معاملوں میں انسان اسباب پر نظر رکھتا ہے، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ:

☆ فلاں تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے سے مجھے یہ مقام ملا ہے۔

☆ میرے اندر یہ ہنر اور صلاحیت ہونے کی وجہ سے اتنی دولت کمایا۔

☆ میرے ماں باپ نے اچھی تعلیم دی جس کی وجہ سے میں آج اس مقام پر ہوں۔

☆ اگر بیمار ہو جائے تو کہتا ہے کہ فلاں ڈاکٹر یا فلاں دوا سے اچھا ہوا ہوں۔

☆ فلاں شخص ریل یا موٹر کی ٹکر سے ہلاک ہو گیا، رُک جاتا تو نہ مرتا۔

☆ فلاں دُکان کو بجلی کے شاٹ سرکٹ سے آگ لگ گئی، مین بند ہوتا تو نہ جلتی۔

☆ جب ہم کسی کتے کو پتھر یا لکڑی سے مارتے ہیں تو وہ پتھر اور لکڑی کی طرف نہیں جاتا بلکہ جس کی ہاتھ سے پتھر اور لکڑی نکلی ہے اس کی طرف بھاگتا ہے۔

☆ جب شیر کو بندوق سے گولی چلا کر مارتے ہیں تو وہ زخمی ہو کر بندوق کی طرف نہیں بلکہ گولی چلانے والے پر حملہ کرتا ہے۔

☆ اگر کوئی انسان کسی کو تلوار سے یا چاقو سے مار ڈالے تو کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ تلوار یا چاقو نے اُسے مار ڈالا، تلوار اور چاقو سے بدلہ نہیں لیتے؛ بلکہ چاقو اور تلوار جس کے ہاتھ میں ہے اس کو ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اسی سے بدلہ لیتے ہیں۔

☆ اگر حکومت کی طرف سے ڈیم بنایا گیا تو کوئی نہیں کہتا کہ فلاں انجینئروں اور فلاں مزدوروں اور فلاں مشینوں نے یہ ڈیم بنایا؛ بلکہ ہر کوئی کہتا ہے کہ حکومت نے بنایا۔

☆ اگر کسی گاؤں میں اسکول اور کالج قائم کیا گیا تو کسی کی نگاہ پرنسپل اور ٹیچرس پر نہیں ہوتی، سب کہتے ہیں کہ حکومت نے قائم کیا۔

☆ اگر پولیس زیادتی کرے اور دفتر کے آفیسرس عوام کا مطالبہ نہ مانیں تو ہر ایک حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے، کہتے ہیں کہ حکومت کی مرضی سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

بالکل اسی طرح ان مثالوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھو کہ دنیا میں انسانوں اور جنوں پر جو بھی حالات نفع یا نقصان کے، موت اور پیدائش کے، کامیابی و ناکامی کے، پریشانی و سکون کے اور بیماری اور صحت کے آتے ہیں سب اللہ کی مرضی اور منشاء سے آتے ہیں۔

ان تمام حالات میں اللہ پر نظر رکھنا اور اللہ سے رجوع ہو کر مدد مانگنا اور دعاء کرنا

صحیح عمل ہے اوران حالات پر یہ کہنا کہ اللہ کی مرضی سے یہ ہوا، اللہ تعالیٰ فلاں کی موت ریل کے ایکسیڈنٹ میں لکھا تھا، اللہ تعالیٰ فلاں کی موت فلاں بیماری کے ذریعہ سے لکھا تھا، اللہ تعالیٰ فلاں کوفلاں ہنر کے ذریعہ دولت دیا ہے، اللہ نے فلاں کوفلاں دواءاورڈاکٹر کے ذریعہ شفاء دی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی مرضی اور منشاء کے بغیر حرکت نہیں کرسکتا، کوئی پتہ اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں گرتا، جب وہ کسی کو بچانا چاہتا ہے تو کوئی ریل، کوئی موٹر، کوئی چاقو اور تلوار کسی کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مار سکتے ہیں، اور جب وہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی ڈاکٹر، کوئی دواء اور کوئی طاقت بچا نہیں سکتی، وہ جسے چاہے خوب دولت دیتا ہے، جس سے چاہے دولت چھین سکتا ہے۔

حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی کہ اگر کسی گھر میں چوری ہو جائے تو یہ نہ کہنا کہ کتا ہوتا تو چوری نہ ہوتی، اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ ہم کسی بھی حادثہ پر یہ نہ کہیں کہ بجلی بند کر دیتے تو دُکان نہ جلتی، فلاں دواء کھلاتے اور فلاں ڈاکٹر کے پاس علاج ہوتا تو بچ جاتے، فلاں وقت نکلتے تو بچ جاتے، فلاں تارہ نظر آیا اس لئے بارش ہوئی، فلاں چیز نہ کھاتے تو بیمار نہ ہوتے، قرآن نے یہ تک تعلیم دی کہ قتل یا موت پر یہ مت کہو کہ وہ ہمارے ساتھ ہوتے تو بچ جاتے؛ بلکہ جب کسی کے قتل کا وقت آجاتا ہے تو وہ خود بخود چل کر قتل کے وقت قتل کے مقام پر آجاتا ہے۔

مصیبت آنے کی وجوہات:

مصیبت عام طور پر حسب ذیل وجوہات کی بناء پر آتی ہے:

(۱) غافل اور بے دین مسلمانوں کو غفلت سے جگانے اور بیدار کرنے کے لئے آتی ہے، اوران کے گناہوں کے بدلے ان پر مصیبت آتی ہے۔

(۲) نیک مسلمانوں کے گناہ معاف کرنے اور آخرت کے عذاب سے بچانے اللہ تعالیٰ دنیا میں مصیبت ڈالتا ہے اور گناہ معاف کردیتا ہے، پھران کے طہارت، وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کے ذریعہ بھی گناہ معاف کرتا

رہتا ہے؛ تا کہ وہ آخرت میں حساب سے بچ جائیں، وہ دو دو جگہ سزاء نہیں دینا چاہتا، دنیا میں آخرت کی مصیبت کم سے کم تکلیف کے لئے دیتا ہے۔

(۳) ولیوں اور بزرگوں کو ان کے درجات بلند کرنے اور آزمائش کی خاطر اللہ ان کو مصیبت میں مبتلاء کرتا ہے، اس لئے کہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔

(۴) کافر اور مشرکین کو ان کی سرکشی پر دنیا میں عذاب کا ہلکا سا مزہ چکھانے کے لئے مصیبت میں ڈالتا ہے۔

☆ اس لئے جب بھی کوئی مصیبت اور پریشانی آئے تو ہم اپنا جائزہ لیں کہ کس درجہ میں ہے، اگر اسلام پر زندگی گذار رہے ہیں، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں زندگی گذار رہے ہیں اور مصیبت آجائے تو سمجھو کہ یہ اللہ کی آزمائش اور امتحان ہے، یا گناہ معاف کرنے اور آخرت کے عذاب سے بچانے مصیبت ڈالی گئی ہے۔

☆ اگر اسلام کے خلاف گناہوں والی یعنی شرکیہ عقائد واعمال والی، بے نمازی والی زندگی، حرام مال کھانے اور فضول خرچی کرنے پر زندگی گذر رہی ہے اور مصیبت آتی ہے تو سمجھ لو کہ غفلت سے جگانے اور گناہوں کی وجہ سے مصیبت آتی ہے؛ تا کہ توبہ واستغفار کریں، اپنے آپ کو اسلام کا پابند بنائیں اور اپنے عقائد درست کریں۔

سوال:۔ مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے؟

جواب:۔ مصیبت کو دور کرنے والا صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سوال:۔ اللہ کو چھوڑ کر مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوقات سے مدد مانگنا اور دعاء کرنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی بھی مخلوق سے حاجت اور ضرورت کے لئے مدد مانگنا، دعاء کرنا اللہ کی صفت ربوبیت کا انکار اور حقوق میں شرک ہے۔

سوال:۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعاء مانگنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ اس لئے کہ وہ اکیلا ہی ہماری ساری ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرتا ہے

اور اسی سے مدد مانگنا دعاء کرنا توحید ہے، وہی اکیلا ہمارا مالک ہے، اس لئے مالک ہی سے معافی مانگنا اس کے علاوہ کوئی بھی معاف نہیں کرسکتا۔

سوال:۔ مصیبت اور پریشانی آئے تو اکثر مسلمان اللہ کی نافرمانی مثلاً شرکیہ اعمال، بے نمازی پن، بے پردگی اور حرام مال کھانا، گالیاں دینا، فضول خرچی کرنا، نیم عریاں لباس پہننا تو نہیں چھوڑتے؛ ساتھ ہی مصیبتیں دور کرنے آیت کریمہ اور دوسری ذکر کی مجلسیں کرواتے ہیں، کرایے کے لوگوں کو بلا کر ختم قرآن کرواتے، لوگوں سے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ اسلامی طریقۂ زندگی نہیں ہے، مصیبت اور پریشانیوں میں سب سے پہلے عقائد و اعمال کا جائزہ لیں، شرکیہ عقائد و اعمال اور بدعات سے توبہ کریں، نماز نہ پڑھتے ہوں تو سب سے پہلے نماز کی پابندی کریں، بے پردہ ہوں تو پردہ اختیار کریں، حرام مال کھاتے ہوں تو اس سے توبہ کریں اور حلال مال استعمال کریں، نیم عریاں کپڑے چھوڑ کر شرم وحیاء والا لباس اختیار کریں، لوگوں کو کرایے پر بلا کر ذکر کروانے کے بجائے خود ذکر کریں، دوسروں سے قرآن پڑھوانے کے بجائے خود قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اُسے سمجھیں اور اس پر عمل کریں، اللہ سے خوب توبہ و استغفار کریں، بار بار دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے معافی مانگیں، صدقہ اور خیرات کریں، یہ اسلامی طریقہ ہے۔

سوال:۔ لوگ گھروں اور کاروبار میں برکت ہونے اور کاروبار میں کامیابی کے لئے حافظ صاحب کو تنخواہ مقرر کرکے ہر روز دُکان اور بزنس کی جگہ پر یٰسین شریف یا کوئی سورۃ یا کچھ قرآن پڑھاتے ہیں اور خود نہ قرآن پڑھتے ہیں اور نہ نماز ادا کرتے ہیں اور نہ سنتوں پر چلتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب:۔ یہ بالکل غلط طریقہ ہے، آپ خود نماز پڑھیں، زیادہ سے زیادہ سنتوں کی پابندی کریں، خود ہر روز قرآن مجید کی تلاوت کریں، اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی، اللہ تعالیٰ برکتیں اور رحمتیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اتباع اور اعمال صالحہ اختیار کرنے سے نازل فرماتا ہے، دوسرے قرآن پڑھوا کر کرایے کے حافظوں کو لاکر ان کی نیت کے بغیر آپ کیسے فائدہ اٹھائیں گے، یہ صرف اپنے نفس کو دھوکہ دینا ہے، یہ اسلامی مزاج نہیں اور نہ اسلامی طریقہ ہے۔

سوال:۔ بہت سے مسلمان اعمال صالحہ تو اختیار نہیں کرتے مگر برکت کے لئے جھاڑ پھونک کرواتے ہیں؟

جواب:۔ یہ بھی غیر اسلامی عمل ہے، خود بے عمل، بے پردہ، بے حیاء و بے شرم، رشوت خور، سود خور، حرام مال، جوڑے گھوڑے کی رقم کھانے والے، لوگوں کا گھر، دُکان، زمین دبانے والے ہوتے ہیں، اللہ کی اطاعت و بندگی کے بجائے جھاڑ پھونک اور مسنون دعائیں خاص خاص موقعوں پر پڑھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور قرآن کے احکام کی کوئی اہمیت ان کے پاس نہیں رہتی، اسلامی کلچر کے مقابلہ یہود و نصاریٰ کا کلچر پسند کرتے ہیں، نماز کی پابندی نہیں کرتے یا کرتے بھی ہیں تو خانہ پوری کے لئے کر لیتے ہیں، ان کی زندگی میں بے حیائی و بے شرمی بھری ہوئی ہوتی ہے، اللہ ورسولؐ کی بغاوت بھری ہوئی ہوتی ہے، اسلام پر صرف اپنے فائدے کی حد تک عمل کرتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ کی صفت ''رب'' کو سمجھنے سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟

جواب:۔ اللہ کی صفت رب کو سمجھنے سے توحید خالص حاصل ہوتی ہے، زندگی میں ناامیدی پیدا نہیں ہوتی، انسان مخلوقات کی طرف اپنی حاجات وضروریات کے لئے رجوع ہونے کے بجائے اللہ سے رجوع ہونے والا بن جاتا ہے۔

صفت رب کی تفصیل جاننے کیلئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے حصے ''اللہ کیسی پرورش کرتا ہے''، ''سورۂ فاتحہ سے غفلت'' اور ''ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' اور ''اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھانے کا طریقہ'' ضرور پڑھیں۔

☆☆☆☆☆

اَلْقَادِر: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے

اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ہر طرح سے پوری طرح قادر ہے، کوئی ذرہ اس کی قدرت سے باہر نہیں، اس کی قدرت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اسی لئے قرآن نے تعلیم دی کہ **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ**، اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، اس کی قدرت مخلوقات کی سمجھ سے باہر ہے، غور کرنے پر انسان کو حیرانی ہوتی ہے۔

سوال:۔ **کیا اللہ تعالیٰ کسی بھی مخلوق کو بغیر سہارے کے کھڑا کر سکتا ہے؟**

جواب:۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اس نے زمین سے ہزاروں گنا بڑے بڑے آسمانوں، سورج، چاند، ستاروں اور زمین کو بھی بغیر کسی سہارے کے خلاء میں معلق رکھا ہے، اس طرح قدرت رکھنے والا اللہ کے سواء کوئی دوسرا نہیں ہے۔

سوال:۔ **کیا اللہ کسی کو الٹا کر کے چلا سکتا ہے؟**

جواب:۔ بے شک چلا سکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، وہ مچھر، جھینگور، چیونٹی، کیڑے مکوڑوں اور مکڑی کو سیدھا بھی چلاتا ہے اور الٹا بھی چلاتا ہے، یہ سب کیڑے دیواروں پر کھڑا بھی چلتے ہیں، مکڑی تو بغیر سیڑھیوں اور لفٹ کے درمیان چھت میں سے لعاب کے ذریعہ زمین پر اترتی ہے، اس طرح مخلوقات کی تربیت کرنے والا سوائے اللہ کے کوئی دوسرا نہیں، انسان عقل وشعور رکھ کر بھی الٹا نہیں چل سکتا۔

سوال:۔ **کیا اللہ نے بغیر آنکھوں کے بھی کسی کو کام کرنے کے قابل بنایا ہے؟**

جواب:۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت میں کوئی دقت نہیں، وہ دیمک کو بغیر آنکھوں کے پیدا کرتا ہے اور ان کو بغیر آنکھوں کے پورے کام کرنے کے قابل بنایا، دنیا میں انسان اندھا ہوتا ہے، تو اس کو لوگوں سے مدد حاصل کرنا پڑتا ہے اور اپنی پرورش کے لئے بھیک مانگنا پڑتا ہے، مگر دیمک بغیر کسی مدد اور کسی کے سہارے کے اپنی ضرورتیں پوری کرسکتی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ کسی کو بغیر پیروں کے دوڑا سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں اس نے مٹی کے کیچوے اور سانپ کو بغیر پیروں کے چلنے کے قابل بنایا، سانپ اپنے پیٹ سے رینگتے ہوئے ۸۰/میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے، یہ صرف اللہ کی ہر چیز پر قدرت رکھنے کا اظہار ہے۔

سوال:۔ جانوروں کے لئے انسان کی طرح سواری کا انتظام نہیں، ان کو میلوں دوڑ کر اپنی غذاء تلاش کرنا پڑتا ہے، اللہ نے ان کا انتظام کس طرح کیا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ان کو انسانوں کی طرح میلوں سفر کرنے کے لئے سواریاں تو نہیں دی، صرف ان کے پروں اور پیروں میں تیز رفتاری سے اڑنے اور دوڑنے کی صلاحیت دی ہے، انسان جو کام ہاتھوں سے کرتا ہے جانور وہ بہت سارے کام چونچ، منہ اور پیروں سے کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو جو صلاحیت چاہے دے سکتا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آگ پر غذاء پکا کر کھانے کے قابل بنایا، جانور کی غذاء کیسے پکا تا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ تمام جانداروں میں الگ الگ قسم کے غذاء ہضم کرنے والے معدے بنائے، انسان گوشت آگ پر بھون کر پکا کر کھاتا ہے، مگرمچھ، شیر، ببر اور کتے جانور کا گوشت بغیر پکا ہوا ہی کھالیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے معدوں میں ہضم ہونے پکنے کا انتظام کیا ہے، بگلا پوری مچھلی، سارس پورا سانپ ثابت کھالیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پوٹے میں گلنے کا انتظام کیا ہے، مچھلی، مینڈک اور دوسرے کیڑے کھاتی ہے، اللہ نے اس کے پیٹ ہی میں گوشت ہضم ہونے کا انتظام کیا، چیونٹی کا معدہ اور مکوڑے کا معدہ انسانی سمجھ سے باہر ہے، مگر اللہ تعالیٰ ان کی بھی غذاء جسم ہی میں گلا دیتا ہے، درختوں پر پھل لگتے ہیں تو وہ پھل اللہ کی قدرت سے صرف دھوپ کی گرمی سے پکتے ہیں، ہاتھی کے معدے میں گھاس ہضم ہوتی ہے، شیر اور کتے اور مگرمچھ کے معدوں میں سخت ہڈی بھی ہضم ہوتی ہے، بگلے کے معدے میں مچھلی کے کانٹے ہضم ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے معدوں میں چولہے

اور آگ نہیں ہے، انسان کانٹا کھالے تو معدے میں چبھ جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اسی جیسی قدرت کسی کی نہیں۔

سوال:۔ کیا دودھ جانوروں میں ہری گھاس کھانے سے نکلتا ہے؟

جواب:۔ نہیں اللہ نے کسی جانور کو ہری گھاس، کسی کو گوشت، کسی کو پتہ، کسی کو غلہ و اناج اور کسی کو گندگی کھلا کر بھی دودھ دینے کے قابل رکھا، شیرنی گوشت کھا کر دودھ دیتی ہے، ہرن، بکری، گائے اور بھینس ہری گھاس اور پتہ کھا کر دودھ دیتے ہیں، خنزیر کی مادہ گندگی کھا کر دودھ دیتی ہے، انسانی عورت غلہ اناج کھا کر دودھ دیتی ہیں، پرندوں میں بڑباغل جانوروں کا خون چوس کر دودھ دیتے ہیں، یہ سب اللہ کا ہر طرح سے قادر ہونے کا ثبوت ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ پانی کو کس کس طرح بنایا؟

جواب:۔ اللہ نے کسی پانی کو پٹرول بنایا جس سے آگ نکلتی ہے، کسی پانی کو زہر بنایا جس سے جاندار مر جاتا ہے، کسی پانی کو شہد بنایا جو بیماریوں کے لئے شفاء اور طاقت ہے، کسی پانی کو بھوک اور پیاس بجھانے کے قابل بنایا، کسی پانی کو خون بنا کر جانداروں کو زندگی عطاء فرماتا ہے، جاندار جب پانی پیتے ہیں تو اس سے ایک ہی جسم میں لال خون بھی بنتا ہے، سفید آنسو بنتے ہیں اور پیلا پیشاب بنتا ہے اور زبان میں میٹھا لعاب بنتا ہے، درخت جب پانی پیتے ہیں تو ایک ہی پانی سے کہیں املی کا پھل اور کہیں آم، کہیں ناریل، کہیں کھجور اور کہیں انگور بنتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ جانداروں کو ان کی غذاء کی مقدار کے لحاظ سے اعضاء میں طاقت دیتا ہے؟

جواب:۔ نہیں! اللہ اپنی قدرت سے جس کو جس طرح کی پرورش کی ضرورت ہے ویسی ہی طاقت ان کے اعضاء میں دیتا ہے، ہاتھی کو سونڈ سے وزن اٹھانے کے قابل بنایا، شیر کے منہ اور گردن میں پورا جانور اٹھا کر لیجانے کی طاقت دی، کنگارو کو ہاتھوں میں بچاؤ کی زبردست طاقت عطا کیا، چیونٹی کو معمولی ناک سے زبردست سونگھنے اور پہچاننے کی

صلاحیت دی، گھوڑے کو بہت دور سے ہی شیر کے ہونے کی بوسونگھنے اور پہچاننے کی صلاحیت دی، سانپ اور بچھو کے زہر میں زبردست اثر دیا، چیونٹی کے کاٹنے میں زبردست اثر رکھا، گھوڑے، ہرن اور چیتے کو تیزی سے دوڑنے پیروں میں صلاحیت دی، پرندوں میں تیزی سے اڑنے کی صلاحیت ان کے پروں میں رکھی، شکرا اور چیل کو دور تک دیکھنے والی تیز نگاہ دیا، کتے میں وفاداری کی صلاحیت رکھی، فرشتوں کو منٹوں میں آسمانوں سے زمین پر آنے کی صلاحیت عطا فرمایا اور انسانی جسم اختیار کرنے کے قابل بنایا، سورج کو ہزاروں میل دور سے سخت گرمی پھینکنے کے قابل بنایا، انسانوں کو دماغی صلاحیت سب سے عمدہ عطا فرمائی، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر ہر اعتبار سے قادر ہونے کا اظہار ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ جانداروں کو غذاء منہ کے بجائے کسی دوسری جگہ سے بھی کھلا سکتا ہے؟

جواب:۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، جاندار جب ماں کے پیٹ اور انڈوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی غذاء منہ سے نہیں ناف سے پیٹ میں پہنچاتا ہے، جب وہ دنیا میں آجاتے ہیں تو منہ سے کھاتے ہیں، انسان جنت میں بول وبراز سے پاک رہے گا، اس کو صرف خوشبودار پسینہ آئے گا تو اس کی غذاء ہضم ہوجائے گی، وہاں نہ منہ سے بلغم نکلے گا اور نہ ناک سے ریزش، نہ آنکھوں سے آنسو نکلیں گے اور نہ کانوں میں میل آئے گا۔

سوال:۔ کیا روزِ قیامت اللہ سمندروں سے آگ کے تنور بھڑکائے گا؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سمندروں میں آگ بھڑکائے گا، یہ بات بھی سمجھنا آسان ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے پانی کو آگ میں تبدیل کرنا مشکل کام نہیں، پانی دو مختلف گیاسیس آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مل کر بنتا ہے، جس کا فارمولہ سائنس نے یہ بتلایا H_2O دو حصہ ہائیڈروجن، ایک حصہ آکسیجن، عجیب بات ہے کہ آکسیجن جلاتی ہے اور ہائیڈروجن جلنے اور آگ بھڑکانے میں مدد دیتی ہے، ان ہی دونوں آگ کو گویا پیدا کرنے والی گیاسیس سے اللہ تعالیٰ پانی بناتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا کمال دیکھئے کہ وہی پانی

آگ بجھانے میں مدد دیتا ہے، جب قیامت قائم ہوگی زمین میں زلزلے آئیں گے اور خطرناک زلزلوں کی وجہ سے زمین تڑخ جائے گی، سمندروں کی زمین میں ہوسکتا ہے کہ دراڑ پڑ کر پانی زمین کے اندر داخل ہوجائے گا، زمین کے اندر کا لاوا جس کی آگ خطرناک ہوتی ہے اس سے پانی جل کر پھر گیاس بن سکتا ہے اور یہ دونوں گیاس علاحدہ ہوسکتے ہیں، باہر نہ نکل کر لاوے کی خطرناک آگ کے ساتھ یہ دونوں گیاسیس بھی بھڑک کر خطرناک آگ میں تبدیل ہوسکتے ہیں، اس سے سمندروں میں آگ ہی آگ نظر آسکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر طرح سے ہر چیز پر قادر ہے، آج کل تو انسان سورج کی شعاعوں کی گرمی کو محفوظ کر کے بجلی تیار کر رہا ہے، بجلی بھی ایک قسم کی آگ ہے، جس کو سولار انرجی کہا جاتا ہے، گرما میں جنگلات میں گرمی کی شدت سے آگ اپنے آپ بھڑک اٹھتی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ نہیں رکھ سکتا؟

جواب:۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا اور وہاں سے ان کی دعاء قبول کر کے مچھلی کو ساحل پر لا کر اُگلنے کا حکم دیا۔

پیارے بچو! اگر آپ غور کریں گے تو تمام جانداروں کے جسم میں بکٹیریا اور جراثیم ہیں، بعض بچوں کے پیٹ میں کیچوے اور کریم نام کے کیڑے بھی پیدا ہوجاتے ہیں جو دواؤں کے استعمال پر باہر آجاتے ہیں، جب تمام جانداروں کے جسموں میں بیماریوں کو ختم کرنے والے جراثیم کی ایک بڑی مقدار کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے اور جانداروں کے خون میں زندہ خلیہ ریڈ سیل اور وائٹ سیل ہوتے ہیں تو اللہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں کیوں زندہ نہیں رکھ سکتا؟ وہ تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں زندہ نہیں رکھ سکتا؟

جواب:۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ رکھا، جلنے نہیں دیا۔

☆ ہم دیکھتے ہیں کہ گرما کے موسم میں سخت دھوپ ہوتی ہے، عرب علاقوں میں لوگ

دن کے اوقات میں باہر نہیں نکل سکتے، وہاں جو چمن اور تفریح کے میدان بنائے گئے ہیں ان میں پودے اور درخت لگائے گئے، ہریالی اُگائی گئی، سخت گرمی اور شدتِ دھوپ سے انسان بغیر سہارے کے باہر نکلے تو اس پرسن اسٹروک ہوتا ہے یا کئی پرندے دھوپ کی تاب نہ لاکر مرجاتے ہیں، مگر اس سخت دھوپ اور شدت کی گرمی میں درختوں کے پتے اور ہریالی جو معمولی ہوتی ہے ہری کی ہری رہتی ہے، گرمی کو اللہ نے ہریالی اور پتوں کو جلانے کا حکم نہیں دیا اس لئے وہ جلنے اور سوکھنے نہیں پاتے، بے شک اللہ تعالیٰ جس کو رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

☆ انسان گندی نالیوں کو صاف کرنے مین ہول کھول کر اُترتے ہیں، زیادہ دیر اندر رہنے سے زہریلی گیاس کاربن ڈائی آکسائیڈ جو وہاں زیادہ مقدار میں ہوتی ہے اس کی وجہ سے بعض وقت انسان کی مین ہول میں ہی موت واقع ہوسکتی ہے، مگر ان گندی نالیوں میں چوہے، جھینگورو غیرہ بڑی تعداد میں دوڑتے پھرتے ہیں، وہ نہیں مرتے، زندہ رہتے ہیں، آخر ان کو آکسیجن وہاں کیسے ملتی ہے ذرا غور کیجئے، اس لئے قدرتی نظام کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔

☆ گندا پانی زہریلا پانی پینے سے انسان مرجاتا ہے، بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے، انسان پانی کے زہریلے جراثیم سے بچنے کے لئے فلٹر کیا ہوا پانی خرید کر پیتا ہے، مگر خنزیر، کتا، مرغی، جنگلی جانور موریوں کے چوہے، تالابوں، ندیوں، گڑھوں اور موریوں کا میلا اور بغیر فلٹر کیا ہوا پانی پیتے ہیں، ان کو کوئی بیماری نہیں آتی، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال:۔ کیا قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر دھنکی ہوئی روئی کی شکل میں ہواؤں میں اُڑیں گے؟

جواب:۔ ہاں اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو زلزلوں کی وجہ سے ریزہ ریزہ کردے گا اور وہ زمین پر لڑھکتے اور گرتے ہوئے ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور تیز رفتار طوفانی ہوائیں ان کو اُڑا لے جائیں گی، جب اللہ تعالیٰ بارش میں اوپر سے برف گرا سکتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آسمانوں پر برف کے پہاڑ بھی ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر بارش کے

قطروں کے ساتھ گرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بندوں کو نقصان سے بچانے ان کو چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ قسم کے ٹکڑے بنا کر گراتا ہے، مگر ہر ایک کی کٹنگ الگ الگ انداز کی ہوتی ہے، وہ جب انسانوں کو صلاحیت دے کر ہواؤں میں ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کو اُڑانے کی صلاحیت دیا ہے، ہزاروں ٹن وزنی راکٹوں کو اُڑانے کی صلاحیت دیا ہے تو پھر پہاڑوں کو روئی کے گالے بنا کر ریزہ ریزہ کر کے نہیں اُڑا سکتا۔

ہوا کا طوفان آتا ہے تو گھروں کی چھتیں، موٹریں، وزنی سامان اپنی جگہ سے گر جاتے ہیں، بڑے بڑے مضبوط درخت بھی جڑوں سے اکھڑ کر گر جاتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے، اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، وہ مکمل قادر ہے۔

اگر اللہ چاہے تو درختوں اور چٹانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کروادے، جانوروں سے بات کروادے، ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں کو کلمہ پڑھوادے یا مسجد نبوی کے درخت کے تنے کو بچہ کی طرح رونے کے قابل بنادے، یا انگلی کے اشارہ پر چاند کے دو ٹکڑے کروادے، یا معراج کے موقع پر منٹوں میں زمین وآسمان کی سیر کروادے، یا سورج غروب ہوجانے کے باوجود پھر واپس نکال دے، یا آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے فوّارے نکال دے، جنگ خندق میں تھوڑے سے کھانے کو بہت سے لوگوں کی بھوک مٹانے کا ذریعہ بنادے، یا پیالہ بھر دودھ کو سب کے پیٹ بھرنے والی غذاء بنادے، جب وہ حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی رگڑ سے زمزم نکال کر برسوں سے دنیا کو سیراب کر سکتا ہے اور سالوں سے شیطان کو کنکریاں مارنے پر پہاڑ نہیں بنا رہا ہے تو وہ یہ سب کام کیوں نہیں کر سکتا؟ بے شک وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کا حصہ ''اللہ کیسی قدرت رکھتا ہے'' اور ''ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' ضرور پڑھیں۔

☆☆☆☆☆

اَلْهَادِی: اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے

سوال:۔ ہادی کے معنیٰ کیا ہیں؟

جواب:۔ ہادی کے معنیٰ ہیں: راستہ دکھانے والا، ہدایت دینے والا، نجات اور معرفت کا راستہ بتانے والا، تمام مخلوقات کو زندگی گذارنے کے طریقے اور ذمہ داریاں ادا کرنے کی ہدایت دینے والا، صحیح راستہ کی ہدایت ورہنمائی اور رہبری کرنے والا۔

سوال:۔ کیا تمام مخلوقات کو ہدایت ورہنمائی کی ضرورت ہے جبکہ بہت ساری مخلوقات جاندار اور بہت ساری بے جان نظر آتی ہیں؟

جواب:۔ ہاں! کائنات کی تمام مخلوقات ہر لمحہ ہر گھڑی ہر لحاظ سے ہدایت ورہنمائی کی محتاج ہیں،، بغیر اللہ کی ہدایت ورہنمائی کے وہ کچھ بھی کام اور ذمہ داری ادا نہیں کرسکتیں اور نہ اپنی ضروریات کو پورا کرسکتی ہیں۔

سوال:۔ کائنات کی مخلوقات میں کسی کو جسم اور اعضاء، آنکھ، کان، دل، دماغ ہیں اور بہت ساری مخلوقات کو اعضاء ہی نہیں صرف جسم ہے، کیا اللہ ان سب ہی کو ہدایت دیتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! اللہ تعالیٰ جسم اور اعضاء رکھنے والوں اور جسم واعضاء نہ رکھنے والوں سب ہی کو ہدایت دیتا ہے، جو مخلوقات جاندار ہیں اور جو بے جان ہیں ان سب کو ہدایت دیتا ہے، اللہ کو ہدایت دینے کے لئے ضروری نہیں کہ دل، دماغ، آنکھ، کان وغیرہ ہوں تو ہدایت دے سکتا ہے اور یہ چیزیں نہ ہوں تو ہدایت نہیں دے سکتا، اللہ کے لئے اس طرح کی مجبوری و محتاجی نہیں، وہ جاندار اور بظاہر بے جان سب ہی مخلوقات کو ہدایت دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔

سوال:۔ اس کی ہدایت دینے کو کس مثال سے سمجھیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ جب انسانوں کو سب سے زیادہ علم عطا فرمایا تو یہ صلاحیت بھی دی کہ وہ بے جان چیزوں کو اپنے سے ہزاروں میل دور رہنے کے باوجود ہدایت ورہنمائی

کر سکتے ہیں، مثلاً جب وہ ہوائی جہاز کو ہوا میں اڑاتے ہیں یا راکٹ کو خلاء میں چھوڑتے ہیں تو ہوائی جہاز کو دل، دماغ، آنکھ، کان اور منہ نہ ہونے کے باوجود زمین پر سے پائلٹ کو کنٹرول روم سے ہدایات دیتے رہتے ہیں، راکٹوں اور خلائی اسٹیشنوں میں خرابی ہو تو اللہ ہی کے دئے ہوئے علم سے اس کی ٹیکنیکل خرابی کو زمین پر سے درست کرتے ہیں، وہ راکٹ بے جان ہوتے ہوئے، دل و دماغ نہ رکھتے ہوئے زمین پر چاند اور سیاروں کے اندر کی تصاویر زمین پر بھیجتا ہے، ذرا غور کرو جب انسان اللہ کے دئے ہوئے معمولی دماغ اور علم سے یہ کام کر سکتا ہے اور ہزاروں فٹ اوپر، ہزاروں میل دور اڑنے والی بے جان مشین کو بغیر اعضاء کے ہدایات دے سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات کو ہدایات و رہنمائی کرنا کونسی مشکل بات ہے، وہ تو ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، بے شک اس جیسا ہادی کوئی نہیں۔

انسان اپنی سائنسی ترقی سے ٹی وی، موٹر اور مشینوں کو ریموٹ کنٹرول سے دور بیٹھ کر کنٹرول کر سکتا ہے، ٹی وی کے جو چاہے چینل بدل سکتا ہے، کیا ٹی وی کا کوئی دل و دماغ ہوتا ہے یا وہ جاندار ہے، جب انسان کو اس نے یہ صلاحیت دی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے بے جان مخلوقات کو بغیر دماغ کے ہدایت دینا مشکل کیوں ہوگا؟ بے شک وہ آسمانوں سے کائنات کی تمام مخلوقات کو اکیلا ہدایت و رہنمائی دیتا ہے۔

سوال:۔ مخلوقات کو کس طرح کی ہدایت و رہنمائی چاہئے؟

جواب:۔ جن مخلوقات کے لئے یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ نہیں ہے ان کو دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے پرورش، اپنی حفاظت، بچوں کو پالنے کے طریقے، گھونسلے بنانے اور دشمنوں سے حفاظت اور پھر ان کے کاموں کی ہدایت و رہنمائی چاہئے؛ تا کہ وہ دنیا میں رہنے تک اپنی زندگی کی حفاظت کریں اور اپنی نسل کی پرورش بھی کرتے رہیں، ان کے ذمہ اللہ نے جو جو ذمہ داری دی ہیں انہیں پورا کرتے رہیں، چاند، سورج، زمین و آسمان، ہوا، پانی، ستارے و سیارے، نباتات و جمادات سب اسی ہدایت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

اسی طرح جن مخلوقات کیلئے دنیا امتحان کی جگہ ہے وہ انسان اور جن ہیں، ان کو زندگی کا

مقصد، اللہ کی معرفت، اطاعت وفرمانبرداری اور بندگی کی ہدایات، دنیا کی چیزوں میں کونسی چیزیں حلال ہیں کونسی حرام؟ توحید، رسالت وآخرت، شرک، کفر کی تفصیلی تعلیم، مرنے کے بعد والی زندگی کی تعلیم، دنیا میں جنت وجہنم والے راستوں کی تعلیم، اخلاق حسنہ اور اخلاق رذیلہ کے بارے میں ہدایت ورہنمائی کرنا ہے، دوسری مخلوقات کی طرح ان کو دنیا کی زندگی گذار کر صرف چلے جانا نہیں ہے بلکہ دنیا سے آخرت کمانا ہے، دنیا میں کامیاب زندگی گذارنا ہے۔

سوال:۔ اللہ نے انسان اور جنات کی رہنمائی کیلئے کیا کیا انتظامات کئے؟

جواب:۔ انسان اور جنات کی ہدایت ورہنمائی کے لئے خود انسان کے اندر ایک دوسرا انسان ضمیر رکھا جسے نفس لوّامہ کہتے ہیں، چاہے انسان کو علم ہو یا نہ ہو، وہ ہر برائی پر انسان کو اندر سے فوراً احساس دلاتا ہے، پھر بیرون میں عقل کی مدد کے لئے آنکھیں اور کان دئے، جن کی مدد سے وہ شر اور خیر، صحیح وغلط راستوں کو سمجھ سکتا ہے، انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے آسمان سے وحی نازل کی اور پیغمبر بھیجے، اخیر میں حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بعد انسان اپنے مرشد اپنے شیخ اور اپنے استاذ سے وعظ ونصیحت یا دروس کے ذریعہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرسکتا ہے، ہدایت ورہنمائی کا سارا علم قرآن وحدیث میں محفوظ کر کے رکھا ہے جس کی تشریح ہزاروں کتابوں میں انسانوں کو ملتی ہے، اگر انسان بیرون سے یہ ہدایت ورہنمائی نہیں حاصل کیا تو وہ شیطان کا ساتھی اور اللہ کا باغی بن کرنا کام زندگی گذارتا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ دوسری مخلوقات کی طرح انسان اور جن کو بھی پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ بنا کر کیوں نہیں پیدا کیا؟

جواب:۔ اگر انسان اور جن دوسری مخلوقات کی طرح پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ پیدا ہوتے تو پھر ان کا امتحان نہیں لیا جاسکتا تھا، وہ بھی وہی کچھ کرتے جو ان کی فطرت میں ودیعت کر کے رکھا جاتا، اپنی آزادی اور اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے تھے، اللہ نے انسان اور جنات کو عمل کا اختیار وآزادی دے کر ان پر بڑا احسان وانعام کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مرنے کے بعد نیکیوں پر ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور جنت میں اپنے اپنے مجاہدوں کی بنیاد

پر مقام و مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں، اگر پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے تو ان کی زندگی بس دنیا کی حد تک ہی ہوتی، ان کو کوئی جزاء وانعام نہیں ملتا، جیسے دوسری مخلوقات کو نہیں ملے گا۔

سوال:۔ جب انسان کو اختیار و آزادی دی گئی ہے تو پھر اللہ کی طرف سے ایمان اور غیر ایمان کی ہدایت کا ملنا لازمی اور ضروری کیوں ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو جب دنیا میں پیدا فرماتا ہے تو انسانوں کے سامنے اللہ کا راستہ جنت اور شیطان کا راستہ دوزخ دونوں ہوتے ہیں، اس کو دونوں کی تعلیم ملتی ہے، اب اگر انسان اپنی چاہت اور پسند سے نیکی کو پسند کرے اللہ کی اطاعت کو پسند کرے، گناہوں سے نفرت کرے تو اللہ اُسے ایمان کی ہدایت آسان کر دیتا ہے، جو گمراہ اور باطل راستوں کو پسند کرے، دوزخی اعمال اور گناہوں کو پسند کرے تو اللہ اُسے ایمان کی توفیق و ہدایت نہیں دیتا، انسان کو عقل، حواس اور ذہن کی قوتوں سے ان دونوں میں سے کوئی ایک راستہ پسند کرنا ہے، خیر وشر کو سمجھنا ہے، ہٹ دھرمی کرنے، تعصب میں گرفتار ہو کر ضمیر کے خلاف چلنے، بغض وعداوت رکھنے پر بھی حق کی ہدایت سے محروم رکھتا ہے، جب انسان حق کو جان کر مسلسل نافرمانی اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر غبار چڑھ جاتا ہے، اب وہ حق کو نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ قبول کر سکتا ہے، ایسے انسان کو توبہ کئے بغیر ہدایت نہیں ملتی۔

سوال:۔ جانداروں کے بالوں کو اللہ نے کس طرح کی ہدایت دی ہے؟

جواب:۔ انسان کے جسم پر جو بال اللہ نے اُگائے ہیں ان کی موٹائی الگ الگ طرح کی ہے، کہیں اللہ نے بالوں کو بڑھتے رہنے کی ہدایت دے رکھی ہے، جیسے سر کے بال، ڈاڑھی اور مونچھ کے بال، کہیں کے بال بڑھتے ہی نہیں، جیسے ہاتھوں، پیروں، پیٹ، بھوؤں اور پلکوں کے بال، کہیں پر اللہ نے بالوں کو اُگنے سے منع کر دیا، جیسے تلوؤں اور ہتھیلیوں پر بال نہیں اُگتے، عورتوں کے چہرے پر داڑھی اور مونچھ نہیں اُگتیں، ریچھ کے سارے جسم پر موٹے موٹے بال اُگتے ہیں، برفانی علاقوں کے جانوروں پر اونی قسم کے گھنے بال اُگتے ہیں، مچھلی، جھینگور، کیکڑا، جھینگا اور سانپ کے جسموں پر بالوں کو اُگنے کی اجازت نہیں ہے، پھر اگر انسان کے سارے جسم

پر ریچھ کی طرح بال اُگنے کی ہدایت ہوتی تو انسان ریچھ کی طرح نظر آتا، انسان جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو بال نو مہینے میں مختصر آتے ہیں، وہاں زیادہ بڑھنے کی اجازت نہیں۔

سوال:۔ ناخن کو اللہ نے کس طرح کی ہدایت دے رکھی ہے؟

جواب:۔ انسان جب ماں کے پیٹ میں نو مہینے ہوتا ہے تو ذرا سے ناخن آتے ہیں، مگر جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آجاتا ہے تو ہر دن ان کو بڑھتے رہنے کی ہدایت ہے، ماں کے پیٹ میں بڑھتے تو کوئی نہیں کاٹتا، اس کے برعکس پرندوں کو بھی ناخن اللہ نے دئے، وہ اللہ کی ہدایت پر ایک خاص حد تک بڑھ کر رُک جاتے ہیں نہیں بڑھتے، بلی، کتے، شیر اور ببر کو بھی اللہ ناخن دیتا ہے، وہ بھی زیادہ نہیں بڑھتے، یہ سب اللہ کی ہدایات ہیں، جن جانوروں کو سینگ ہوتے ہیں ان کے سینگ کو ماں کے پیٹ میں نکلنے کی اجازت نہیں؛ ورنہ ماں کا پیٹ پھٹ جاتا، دنیا میں آنے کے بعد ایک خاص حد تک بڑھنے کی سینگوں کو ہدایت ہے، ان کے برعکس اللہ تعالیٰ پرندوں کی چونچ کو انڈوں ہی میں بننے کی ہدایت دے دیتا ہے؛ تاکہ انڈے پھوڑ کر باہر آسکیں، ذرا غور کرو اس کی تخلیق میں کیسی حکمت ہے۔

سوال:۔ انسان کے دانتوں کو اللہ نے کیا ہدایت دے رکھی ہے؟

جواب:۔ انسان کے دانت بھی اللہ کے حکم سے ماں کے پیٹ میں نہیں نکلتے، جب وہ دنیا میں دودھ پینا چھوڑ دیتے ہیں، گوشت اور غذائیں کھانے کے قابل بن جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ نکلتے ہیں؛ تاکہ وہ دانتوں سے غذاء چبا کر کھاسکیں، پھر نکلنے کے بعد ناخن کی طرح ہمیشہ نہیں بڑھتے بلکہ ایک خاص لمبائی اور حجم پر مستقل رُک جاتے ہیں، انسان ہر روز دانت صاف نہ کریں تو دانت خراب ہوجاتے ہیں، بدبو پیدا ہوجاتی ہے، مگر جانور اپنے دانت کبھی صاف نہیں کرتے، اللہ کی ہدایت سے وہ مرنے تک جانوروں کے منہ میں جمے رہتے ہیں، یہ سب اللہ کی ہدایت کے کرشمے ہیں۔

سوال:۔ جانداروں کے قدوں کو اللہ کی کیا ہدایت ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں مختلف جاندار بنائے اور ہر ایک کی جنس کے مطابق ان

کے قدوں کو ہدایت دے رکھی ہے، اونٹ ایک خاص قد پا لینے کے بعد نہیں بڑھتا، چیونٹی کا ایک خاص قد ہے، بکرا بکری اپنے قد سے آگے نہیں بڑھتے، بلی کا ایک قد مقرر کر دیا، اسی طرح ہاتھی، گھوڑا، شیر، ببر، گینڈا، کبوتر، چیل، وغیرہ کے جسم اور قد اللہ کی ہدایت پر ان کے اپنے اپنے جنس کے مطابق ہی بڑھتے اور ایک خاص اونچائی پر ختم ہو جاتے ہیں، کوئی شیر، ہاتھی کے قد تک نہیں بڑھتا اور نہ ہاتھی شیر کے قد تک ہی اونچا ہوتا ہے، اسی طرح اللہ نے انسانوں کے قد کو بھی ایک خاص لمبائی تک بڑھنے کی ہدایت دی ہے، کوئی انسان سرُ واور اشوکا کا درخت یا ناریل کے درخت کی اونچائی تک نہیں بڑھتا۔

سوال:۔ جانداروں کی صفات اور طبیعت کو اللہ کی ہدایات کیسی ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے جانداروں میں خاص طور پر جانوروں کی جتنی اقسام بنائیں ان کو اپنی اپنی جنس کے مطابق ہدایت دے رکھی ہے، ہاتھی کی جنس میں جتنے ہاتھی ہوں گے یا آئندہ پیدا ہوں گے سب کی طبیعت و مزاج اور صفات ایک جیسی رہے گی، کبوتر، کوّا، چیل، طوطا اور مینا ہر پرندے کی ہدایت کے لئے جو جو صفات ان کے لئے ضروری تھیں وہ اپنی اپنی جنس میں سب کے سب ایک ہی صفات رکھنے والے ہوں گے۔

سوال:۔ جانداروں کی موت پر ان کے اعضاء کو کیا ہدایات ہیں؟

جواب:۔ جب جانداروں کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ناک اور منہ ہونے کے باوجود اطراف آکسیجن اور ہوا ہونے کے باوجود اللہ کی ہدایت پر دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے اور آکسیجن ناک میں داخل نہیں ہوتی، حلق غذاء کو اندر جانے نہیں دیتا۔

سوال:۔ زمین کو اللہ نے کس قسم کی ہدایات دی ہیں؟

جواب:۔ زمین اللہ کی ہدایت کے مطابق جب مردہ جاندار کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ مٹی بنا دیتی ہے، مگر پودے اور درخت کے بیج کو جب دفن کیا جاتا ہے تو وہ زمین میں گلتا نہیں، پودا بن کر باہر نکل آتا ہے، پودے اور درخت کی جڑیں زمین میں دفن ہو کر رہتی ہیں تو سڑھتی گلتی نہیں ہیں، زندہ اور محفوظ رہتی ہیں، اللہ نے زمین کو یہ بھی ہدایت دی

ہے کہ جب پودا اس پر لگایا جائے تو وہ اپنا رس اس پودے میں داخل کرے جس سے غلہ، ترکاریاں اور پھل نکلتے ہیں، اس لئے کہ کھاد زمین میں ڈالی جاتی ہے اور زمین اُسے پودے میں منتقل کرتی ہے، زمین کو جب حرکت کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ زلزلہ لاتی ہے۔

سوال:۔ اللہ نے ہوا کو کیسی ہدایات دے رکھی ہیں؟

جواب:۔ اللہ کی ہدایت پر وہ تمام جانداروں کی سانس کا کام کرتی ہے، ہوا میں ایک معمولی کنکر بھی ٹھہر نہیں سکتا، مگر وہ اللہ کے حکم سے پانی کے وزنی بادلوں کو جس میں اولے نام کے برف کے ٹکڑے بھی ہوتے ہیں انہیں سنبھالے رکھتی ہے اور اُڑائے لئے پھرتی ہے، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو طوفان اور آندھی کی شکل میں چل کر درختوں اور انسانوں کے گھروں کی چھتوں کو اُڑا دیتی ہے۔

سوال:۔ اللہ نے پانی کو کس قسم کی ہدایات دی ہیں؟

جواب:۔ پانی اللہ کی ہدایت پر معمولی کنکر کو بھی ڈبو دیتا ہے، مگر اللہ ہی کی ہدایت پر سب سے بڑی ویل مچھلی جو ۳۲ رفٹ لمبی اور ۱۲۰ رکنٹل وزنی ہوتی ہے اُسے اور دوسرے پانی کے جانوروں اور خشکی کے جانور ہاتھی، بھینس اور پرندے وغیرہ کو اور اانسانوں کو جو تیرتے ہیں انہیں سنبھالے رکھتا ہے، اللہ ہی کی ہدایت پر انسانی کشتی اور جہازوں کو اپنے اوپر سنبھالے رکھتا ہے اور جب حکم نہیں ملتا ڈبو دیتا ہے، اسی طرح جب اللہ کا حکم آتا ہے تو طوفان کی شکل میں سمندروں سے باہر آ کر سونامی کی شکل اختیار کرتا ہے اور انسانوں اور ان کے کھیتوں، جانوروں اور مکانات وغیرہ سب کچھ تباہ و برباد کر دیتا ہے، سمندروں سے زمین پر آ جاتا ہے، اور جب اللہ کا حکم نہیں ہوتا آسمانوں پر ابر کی شکل میں گھنے بادل بن کر ٹھہرا رہتا ہے مگر نہیں برستا اور چلا جاتا ہے، اور جب اللہ کی ہدایت ملتی ہے تو موسلا دھار بارش بن کر برستا ہے۔

سوال:۔ اللہ نے جانوروں کو کس قسم کی ہدایات دے رکھی ہیں؟

جواب:۔ بہت سے جانور ایسے ہیں جو اللہ کی ہدایات کے مطابق انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں، انسان کے ساتھ رہتے اور ان کا ساتھ دیتے ہیں، مثلاً مرغی، بکری، گائے، بیل،

بھینس، گھوڑا، اونٹ، کتا اور ہاتھی وغیرہ، بہت سارے جانور ایسے ہیں جو انسان کے ساتھ نہیں رہتے، مثلاً شیر، ببر، چیتا، گینڈا، پانی کا گھوڑا، ریچھ، بندر، ہرن، سانپ اور بچھو وغیرہ۔

☆ کبوتر میں دو قسم کے کبوتر اللہ نے بنائے ہیں، جو رنگین ہوتے ہیں وہ انسانوں سے مانوس ہو کر ان کے گھروں میں پلتے ہیں اور جن کو ہم جنگلی کبوتر کہتے ہیں وہ اونچی اونچی عمارتوں پر رہتے ہیں، انسانوں سے دور رہتے ہیں، پرندوں میں بھی مینا، شکرا، کوا، چیل، کوئل اور الو وغیرہ مختلف چڑیاں وغیرہ انسانوں کے ساتھ نہیں رہتیں، یہ سب اللہ کی ہدایات کے کھلے کرشمے ہیں، اگر ہم اس طرح غور کریں گے تو اللہ تعالیٰ کا ہادی و معلم ہونا سمجھ سکیں گے۔

☆ کبوتر دانہ کھا کر اپنے بچوں کی چونچ منہ میں لیکر دانہ کھلاتا ہے۔

☆ اللہ کی ہدایت پر سورج اور چاند عین چمکنے کے وقت گہن لگ کر بے نور ہو جاتے ہیں۔

☆ بلی کے بچے کی آنکھیں پیدا ہونے کے بعد بند ہوتی ہیں مگر وہ اللہ ہی کی ہدایت پر ماں کے تھنوں کی طرف منہ لیجا کر دودھ چوستے ہیں۔

☆ مرغی کبھی بھی اپنے بچوں کو اپنے منہ میں سے دانہ بچہ کے منہ میں نہیں ڈالتی، دانا چگنا سکھائے گی، وہ خود دانہ کھاتے، خود سے پانی پیتے ہیں۔

☆ مچھلی کو اللہ نے یہ ہدایت دے رکھی ہے کہ وہ انڈے تالاب اور دریا کے بیچ میں نہ دے ساحل پر دے تا کہ انڈے بہنے نہ پائیں اور بچے آسانی سے پانی میں آجائیں، مچھلی کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو اللہ کی ہدایت سے خود بخود تیرتے ہیں۔

☆ پانی میں رہنے والے جانور مگرمچھ، تانبیل، کچھوا، یہ سب پانی میں انڈے نہیں دیتے، اللہ نے ان کو ریت میں انڈے دینے کی ہدایت کا علم دیا ہے، وہ سمندروں کے قریب گڑھے کھود کر انڈے دیتے ہیں، بطخیں اور مرغیاں بھی آبی جانور ہیں، وہ بھی خشکی میں انڈے دیتی ہیں اور ان کے بچے انڈوں سے نکلنے کے بعد بہت جلد بغیر سکھائے خود بخود تیرتے ہیں۔

☆ شیر، ببر، چیتا، کبھی پھل ترکاریاں اور دانہ نہیں کھاتے اور جو پرندے میوہ کھاتے ہیں وہ گوشت نہیں کھاتے۔ **وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی۔**

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا عَلِیْم و خَبِیْر ہے

وَ کَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا۔ (سورۂ نساء:۷۰)

اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

سوال:۔ اللہ اپنی ذات میں لامحدود ہے تو کیا صفات میں بھی لامحدود ہے؟

جواب:۔ ہاں جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لامحدود ہے اسی طرح صفات میں بھی لامحدود ہے، ہم جس طرح اپنی عقل سے اس کی ذات کو نہیں سمجھ سکتے اسی طرح اس کی صفات کا صحیح ادراک اور پہچان بھی نہیں کر سکتے، نہ ان کا احاطہ کر سکتے ہیں، اور نہ اس کا تعارف اس کی شان کے مطابق انسان بیان کر سکتا ہے، صرف ظاہری چیزوں پر کچھ غور و فکر کر کے اس کی صفات سمجھ سکتے ہیں۔

سوال:۔ تقدیر کیا ہے؟

جواب:۔ تقدیر دراصل اللہ کی صفت علیم کا اظہار ہے، اللہ کی معلومات اور پروگرام ہی کو تقدیر کہیں گے، اسی تقدیر کے علم کی بدولت ہر مخلوق، جاندار و غیر جاندار، انسان وحیوان، جن و فرشتے، نباتات و جمادات اپنے اپنے وقت پر پیدا ہوتے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے پر چلے جاتے ہیں، اللہ اپنے علم سے پوری کائنات کی چیزوں کی شروع سے آخر تک پوری معلومات رکھتا ہے، اسی کے مطابق یہ کائنات چل رہی ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا تمام مخلوقات کا علم نہیں رکھتا؟

جواب:۔ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا تمام مخلوقات کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتا، اور نہ کسی میں یہ صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ ہی اکیلا علیم وخبیر ہے، وہی اپنی مخلوقات کے بارے میں پوری طرح مکمل جانکاری اور معلومات رکھتا ہے۔

سوال:۔ علیم وخبیر کے معنیٰ کیا ہیں؟

جواب:۔ جو ذات اپنی مخلوقات کا مکمل علم رکھتی ہے اسے علیم کہتے ہیں اور جو اپنی

مخلوقات کی ہر گھڑی کی ہر اعتبار سے خبر رکھتی ہے اُسے خبیر کہتے ہیں، علیم وخبیر یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، وہی اکیلا علیم بھی ہے اور وہی اکیلا خبیر بھی ہے، اسے علم رکھنا بھی ضروری ہے اور اپنی مخلوقات کے پل پل کی خبر رکھنا بھی ضروری ہے، ورنہ اس کی خدائی ناقص ہوجاتی۔

سوال:۔ **کیا اللہ تعالیٰ کو کسی نے علم دیا یا اللہ کا کوئی استاذ ہے؟**

جواب:۔ اللہ تعالیٰ تو علم کا خزانہ اور منبع ہے، اس سے بڑھ کر کسی کے پاس علم نہیں، وہ سب سے بڑا ہے، وہ سب کی تربیت کرتا ہے اور سب کو علم دیتا ہے، اس کا کوئی استاذ اور رہبر نہیں، وہ بغیر کسی سے علم حاصل کئے اور سیکھے خود سے اپنی مخلوقات کی تخلیق، پرورش، حاکمیت، قدرت رکھنے ان کی شکل وصورت بنانے، ان کی طبیعت ومزاج اور صفات بنانے، ان کو ان کی زندگی کی ہدایت کے طریقے سکھانے یعنی اپنی زندگی کے کام سکھانے اور ذمہ داریاں بتلانے اور کائنات کے نظام کو حکمت ومصلحت کے ساتھ چلانے، ان کا حساب لینے، سب چیزوں کا علم خود سے جانتا ہے، کہیں سے سیکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کو سکھا سکتا ہے، نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا استاذ بنا، اس لئے کہ وہ خود علم کا مرکز ومنبع اور خزانہ ہے، وہی اکیلا کائنات کی تمام مخلوقات کا استاذ، رہبر اور مربی ہے، اس سے بڑھ کر کسی کے پاس علم نہیں اور نہ اس کے برابر کسی کے پاس علم ہے، اس کے علم میں کوئی خرابی اور نقص نہیں، وہ ہر عیب، نقص اور کمزوریوں سے پاک ہے، اس لئے وہ کبھی کوئی چیز نہیں بھولتا اور نہ اپنے علم میں غلطی کرتا ہے، وہ شروع ہی سے علیم ہے، وہ اپنے آپ سے علیم وخبیر ہے، اس کا علم ذاتی ہے، کسی کا عطائی نہیں، اس کے علم میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔

سوال:۔ **کائنات کی مخلوقات کا جو علم ہے وہ ان کا ذاتی ہے یا عطائی؟**

جواب:۔ کائنات کی تمام مخلوقات کو جو علم دیا گیا ہے وہ ان کا ذاتی علم نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے ذرا ذرا سا علم ہر مخلوق کو عطا فرمایا ہے، جو محدود، مختصر اور نامکمل ہے، وہ علم اللہ کا عطا کردہ ہے، مخلوقات کے علم کی مثال سورۂ کہف میں حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سمندر کے پانی میں چڑیا کے چونچ ڈبونے سے جتنا پانی چونچ میں آتا

ہے مخلوقات کا علم اس سے زیادہ نہیں ہے، انسانوں کے علم میں تو کمی وزیادتی ہوتی ہے، وہ بوڑھاپے میں بھول بھی جاتے ہیں، ذاتی ہوتا تو نہیں بھولتے۔

سوال:۔ تمام مخلوقات میں اللہ نے سب سے زیادہ علم کسے دیا؟

جواب:۔ ساری مخلوقات میں اللہ نے سب سے زیادہ علم انسان کو عطا فرمایا، انسانوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمایا اور ان میں بھی سب سے زیادہ علم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، انسانوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہوگا جو اللہ کی سب سے زیادہ پہچان ومعرفت رکھنے والا ہوگا۔

سوال:۔ اللہ نے انسانوں کو سب سے زیادہ علم کس طرح کا دیا ہے؟

جواب:۔ پوری کائنات میں اللہ نے انسانوں ہی کو سب سے بہترین عقل وشعور عطا فرمایا اور اپنی دیگر تمام مخلوقات کا تھوڑا تھوڑا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے انسان آسمان، زمین، ہوا، پانی، ستاروں، سیاروں، فرشتوں، جنوں، درختوں، جانوروں، پہاڑوں، دھاتوں، سمندروں، میدان حشر، جنت ودوزخ کا علم رکھتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے اپنی معرفت اور پہچان والا علم بھی عطا کیا، وحی کے ذریعہ اس کی روحانیت کی ترقی کا علم دیا۔

سوال:۔ تمام مخلوقات کو اس نے علم کیوں عطا فرمایا؟

جواب:۔ تمام مخلوقات کو اس نے اپنی ضرورتیں پوری کرنے، اپنے کام اور ذمہ داریاں ادا کرنے اور پرورش کے طریقے جاننے کے لئے علم عطا کیا ہے، تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے بڑا بنایا اور خلیفۃ الارض بنایا اور انسان کو مختلف مخلوقات سے اپنی زندگی کے کاروبار چلانا ہے اس لئے اس نے انسانوں کو سب سے زیادہ علم عطا کیا ہے۔

سوال:۔ سائنس کا علم کیا ہے اور کس کا ہے؟

جواب:۔ مخلوقات کے بارے میں، ان کے جسمانی نظام اور کاموں کے بارے میں ریسرچ کر کے معلومات حاصل کرنے کا نام سائنس ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سائنس کے علم کے ذریعہ اپنی قدرت کو مخلوقات میں ریسرچ کر کے پہچاننے کی صلاحت

دی ہے، سائنس کے علم سے انسان جانداروں کے جسمانی نظام، نباتات، معدنیات، ہوا، پانی، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، حیوانات وغیرہ کے نظام کو سمجھ کر اپنی پرورش کا سامان حاصل کر رہا ہے، سائنس دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے کا آسان ذریعہ بھی ہے، پچھلے زمانوں میں اللہ تعالیٰ معجزات اور کرامات ظاہر کر کے اپنی قدرت سمجھاتا تھا، اس زمانہ میں انسانوں کو سائنس کے علم کو عطا کر کے اپنی قدرت کو سمجھانا آسان کر دیا، اس لئے سائنس بھی اللہ کا عطا کردہ علم ہے، انسانوں کا ذاتی علم نہیں ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو علم کیسے دیتا ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں انسان اور جن کے سواء تمام مخلوقات کو بغیر مدرسہ، بغیر کتاب اور بغیر استاذ کے علم عطا فرماتا ہے اور وہ علم ان کی فطرت میں رکھ کر پیدا کرتا ہے اور بہت سی مخلوقات کو بغیر اعضاء کے علم دیتا ہے، مثلاً جانوروں کو تو اعضاء ہوتے ہیں وہ ان کو ان کی عقل کے مطابق بغیر استاذ، مدرسہ اور کتابوں کے علم دیتا ہے اور دوسری مخلوقات زمین، آسمان، ہوا، پانی، درختوں وغیرہ کو جن کے اعضاء نہیں ہوتے بغیر اعضاء کے علم دیتا ہے، فرشتے نور کے بنے ہوئے ہیں ان کو بھی ہدایات دیتا ہے، اللہ کسی بھی مخلوق کو علم دینے میں اعضاء یا کسی درمیانی واسطہ کا محتاج نہیں، اس کی قدرت میں کوئی مشکل نہیں انسان اور جن کے علاوہ کوئی بھی مخلوق اللہ کے دئے ہوئے علم کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چلتے۔

انسان اور جن کے جسموں اور اعضاء کو بھی بغیر استاذ کے علم دیتا ہے، پرورش کرتا ہے جس کی وجہ سے بھوک پیاس، بول و براز، نیند، دیکھنے، سننے اور بات کرنے میں وہ باہر سے علم حاصل کئے بغیر سب کام کرتے ہیں، مگر انسانوں اور جنوں کو ان کی اخلاقی اور روحانی ترقی اور رہنمائی کے لئے باہر سے علم حاصل کرنے کا طریقہ رکھا، وہ دنیا کی زندگی کی ذمہ داریاں ادا کرنے بیرون سے وحی اور پیغمبر کے ذریعہ علم حاصل کریں تو دنیا کی زندگی کامیابی کے ساتھ گذار سکتے ہیں، ورنہ ناکام زندگی گذار کر شیطان کے ساتھی بن جاتے ہیں، وحی اور پیغمبر کا علم ان کو مدرسوں، کتابوں، اساتذہ، بزرگوں، اہل علم سے

حاصل کرنے کا طریقہ رکھا، وہ وحی اور رسالت کے علم کے محتاج ہی محتاج ہیں۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ شروع سے آخر تک ہر زمانہ کا علم رکھتا ہے؟

جواب:۔ ہاں اس لئے کہ وہی اکیلا کائنات کا مالک ہے اور مالک کو اپنی مخلوقات کا شروع سے آخرت تک کا پورا علم رکھنا ضروری ہے، اس لئے وہ علیم وخبیر ہے، اس کے سامنے اپنی مخلوقات کا ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ کھلی کتاب ہے، انسان سے پہلے اس نے بہت سی مخلوقات پیدا کیں جو ہزاروں سالوں سے ان سب کا علم اس کو ہے، اگر وہ اپنی مخلوقات کا پورا علم نہ رکھے اور ان کی پل پل کی خبر نہ رکھے تو وہ ان پر کیسے قدرت حاصل کرے گا؟ ان کی پرورش کے انتظامات کیسے کرے گا، اس میں اور مخلوقات میں فرق باقی نہیں رہے گا، اس کو یہ علم ہونا ضروری ہے کہ کونسی مخلوق کب بنی، کب پیدا کی گئی، اس کی عمر کتنی رکھنا ہے، اس کی زندگی کب ختم کرنا ہے، وہ کس کس عمر میں کیا کیا ذمہ داریاں ادا کرے گی، دنیا میں وہ کیا کیا رول ادا کرے گی، خیر پھیلائے گی یا شر، اس کی وجہ سے دنیا میں کیا کیا حالات پیش آئیں گے۔

سوال:۔ اللہ نے علیم وخبیر ہونے کی تعلیم انسان اور جنوں کو کس طرح دی؟

جواب:۔ اللہ نے اپنی آخری وحی کے ذریعہ انسانوں اور جنوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ ہر ایک کے دلوں کے حال اور دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے واقف ہوتا ہے، وہ نفس کے وسوسوں سے تک واقف ہوتا ہے، وہ آنکھوں کے اشاروں سے تک واقف ہے، وہ سینوں میں چھپے ہوئے اچھے و بُرے خیالات کو جانتا ہے، یہاں تک کہ انسانوں اور جنات کے اعمال کی اچھی بُری نیتوں اور مقاصد سے تک واقف ہوتا ہے، وہ رات کے اندھیروں اور دن کے اجالوں میں ہونے والے سب کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

☆ اس کو اپنی مخلوقات اور ان کے حالات کو جاننے کے لئے کسی فرشتے، کسی رابطے یا اور کسی مخلوق کی مدد کی ذرہ برابر ضرورت نہیں ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہے، مخلوقات اس کو نہیں دیکھ سکتیں مگر وہ مخلوقات کو دیکھتا اور ان کی پوری خبر رکھتا ہے۔

☆ وہ بحیثیت علیم وخبیر اپنے بندوں کے ہر عمل سے پہلے وہ یہ جانتا ہے کہ کل وہ کیا

کرنے والے ہیں، کتنا خیر پھیلائیں گے اور کتنا شر، نیک کام کریں گے یا گناہ، اس کے لئے یہ بالکل معمولی بات ہے، اس لئے کہ اس نے اپنی بعض چھوٹی چھوٹی معمولی مخلوق حشرات الارض اور پرندوں کو زلزلہ آنے سے پہلے، طوفان، طغیانی اور سونامی کے آنے سے پہلے اس کو جان لینے کا علم عطا فرمایا ہے، وہ طوفان آنے سے بہت پہلے ہی جان جاتے ہیں اور اپنے مقامات چھوڑ کر دوسرے مقامات پر چلے جاتے ہیں، اس نے انسانوں کو بھی کچھ علم بارش، آندھی، طوفان، طغیانی، زلزلے آنے کو پہچاننے کا دیا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی علم رکھتا ہے کہ کونسی مخلوق دنیا میں کب تک رہے گی، کونسا انسان جنتی ہے اور کونسا دوزخی ہے، ان کی وجہ سے دنیا کے ختم ہونے تک کتنا خیر اور بھلائی پھیلی گی اور کتنا شر اور گناہ پھیلے گا۔

اسی طرح جب اس نے انسانوں کو جسم کے اوپر سے اندرونی اعضاء کو ایکسرے مشینوں کے ذریعہ دیکھنے اور انسانوں کے دلوں کی بیان کردہ باتوں کو نئی ٹکنالوجی سے جاننے کی صلاحیت دی ہے، خلاؤں اور فضاؤں، سمندروں اور زمین کی اندرونی چیزوں کو جاننے کا علم دیا ہے، تو کیا وہ خود دلوں کا حال نہیں جان سکتا، بے شک وہ سب کچھ کرسکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے۔

سوال:۔ جب وہ علیم وخبیر ہے تو پھر انسان کا نامۂ اعمال کیوں تیار کروا رہا؟

جواب:۔ وہ زبردست اور مکمل انصاف کرنے والا ہے، وہ بحیثیت علیم اپنے علم کی بنیاد پر کسی کو جنت اور کسی کو دوزخ میں ڈالنا نہیں چاہتا؛ بلکہ پوری شہادتوں اور گواہوں کے ذریعہ اور انسانوں کی زندگی کے تمام اعمال کی کتاب اور رپورٹ تیار کرکے انسانوں کو بتلائے گا کہ ان کو اختیار وآزادی دئے جانے کے بعد وہ دنیا میں کیا کیا کئے، کس طرح کے اعمال اختیار کئے؛ تاکہ انسان خود یہ فیصلہ کرلیں اور مطمئن ہوجائیں کہ وہ حقیقت میں سزاء اور جہنم کے قابل ہیں، ان کے ساتھ اللہ نے مکمل انصاف کیا ہے، وہ انسانوں کے زمین پر جہاں جہاں گناہ اور نیک کام کئے ان کی تصاویر، دن، وقت اور مقام کے ساتھ بتلائے گا، انسانوں کے اعضاء سے گواہی وشہادت دلائے گا کہ انہوں نے یہ یہ گناہ کئے

ہیں، انصاف کی سزاء دینے سے پہلے وہ شہادتیں اور گواہوں کے ذریعہ انصاف مکمل کرنا چاہتا ہے، صرف اپنے علیم وخبیر ہونے کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔

سوال:۔ انسان اللہ تعالیٰ کو جب اس طرح علیم وخبیر مانتا ہے تو اس کی زندگی پر کیا اثرات پڑتے ہیں اور نہیں ماننے پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟

جواب:۔ ایک انسان جب اللہ تعالیٰ کو اس طرح علیم وخبیر مانتا ہے تو اس کی زندگی اور غیر ایمانوالے کی زندگی میں اندھیرے اور اجالے کا فرق پیدا ہوجاتا ہے، ایمان والا اللہ تعالیٰ ہی کو علیم وخبیر مان کر اس کو سچا مانتا ہے، اس کی ہر بات اور ہر حکم کو اپنے لئے رحمت وکامیابی تصور کرتا ہے، کبھی اس کے علم کے خلاف نہیں چلتا، غیر ایمان والا اللہ کی پہچان نہ رکھنے اور اس کو علیم وخبیر نہ سمجھنے سے شیطانی اعمال کے ساتھ زندگی گذارتا ہے۔

☆ ایمان والا ہر مصیبت، پریشانی اور ناکامی میں اللہ تعالیٰ کو پورے حال سے واقف رہنے والا اور علم رکھنے والا ہونے کا عقیدہ رکھ کر اللہ سے نئی امید اور اللہ پر بھروسہ کرکے پریشان نہیں ہوتا، صبر وسکون کے ساتھ فاقہ ہونے کے باوجود مصیبت جھیلتے ہوئے گناہ، خودکشی اور ظلم پر نہیں اترتا، غیر ایمان والا زندگی میں پریشانی، مصیبت اور ناکامی آجائے تو اللہ کے علیم وخبیر ہونے کا عقیدہ نہ رکھنے کی وجہ سے حالات پر صبر وسکون اختیار نہیں کرتا اور ناامید ہوکر خودکشی کرلیتا یا مخلوقات سے رجوع ہوتا ہے۔

سوال:۔ منافقین ومشرکین اللہ پر یقین نہ رکھنے اور اس کو علیم وخبیر نہ ماننے سے کس کس طرح کی بداعمالیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں؟

جواب:۔ منافقین اور مشرکین اللہ کو علیم وخبیر نہ سمجھنے کی وجہ سے جھوٹ پر جھوٹ بولتے تھے، دھوکہ اور فریب دیتے، جھوٹے وعدے کرتے، قرآن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین کا حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو علیم وخبیر نہ جاننے اور سمجھنے کی وجہ سے جھوٹے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کرتے تھے، جھوٹے مقدمے ڈالتے تھے، جھوٹی افواہیں پھیلاتے تھے، جھوٹی تہمتیں لگاتے تھے، جھوٹے وعدے

کرتے تھے، امانتیں کھا کر جھوٹ بولتے تھے، وہ ظاہر میں ایک ہوتے اور باطن میں دوسرے ہوتے تھے، وہ یہ تصور نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا جاننے والا علیم و خبیر ہے، وہ ان تمام اعمال کو گناہ اور نافرمانی نہیں سمجھتے تھے اور نڈر بن کر مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے۔

☆ منافقین اللہ کو علیم و خبیر نہ جاننے کی وجہ سے دکھاوے کے لئے نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، زکوٰۃ بھی دیتے تھے؛ یہاں تک کہ جہاد میں شریک ہوکر بہانے کر کے واپس آجاتے تھے، وہ اپنے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دے رہے ہیں سمجھتے تھے۔

☆ منافقین اللہ کو علیم و خبیر نہ سمجھنے کی وجہ سے دشمنانِ اسلام سے مل کر کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، مسلمانوں کو دھوکہ دینے مسلمان بنے رہتے، مسلمانوں کے پورے حالات مخبر بن کر ان کو پہنچاتے اور اندر سے مسلمانوں کو شکست دینے اور ان پر حملہ کرنے میں مدد کے وعدے کرتے تھے، جب صحابہؓ زخمی یا شہید ہوتے تو ان کے رشتہ داروں سے کہتے کہ اگر جنگ میں نہ جاتے اور ہمارے ساتھ رہتے تو نہ مرتے اور نہ نقصان اٹھاتے۔

☆ منافقین چوری کر کے دوسروں پر اس کا الزام ڈالتے تھے، اپنے جھوٹے مقدمے دنیا کے مال و دولت کی خاطر غیر مسلموں کی عدالت میں لے جا کر فیصلہ کرانا چاہتے تھے، جھوٹی گواہی دینے سے نہیں رُکتے تھے۔

☆ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر قاتلانہ حملہ کرنے مسجد ضرار بنائی تھی، یہ اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہ اللہ کو علیم و خبیر نہیں سمجھتے، آپ ﷺ کو اوپر سے پتھر گرا کر ختم کرنا چاہتے تھے۔

☆ جب علیم و خبیر کے عقیدہ میں کمزوری آتی تو اہل کتاب اپنی کتاب کے احکام میں تبدیلی کرتے اور ان کے معنیٰ و مطلب کو بدل کر اپنی باتوں کو خدا کی بات کہتے تھے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے، کتاب کے احکام کو بدلنے میں نڈر بن گئے تھے۔

☆ علیم و خبیر کے عقیدہ میں کمزوری آئی تو اللہ کے رسولوں کا قتل بھی کیا، حق کا انکار بھی کرتے رہے، ایمان والوں کو ستایا اور رسول اللہ ﷺ کو پہچاننے کے باوجود انکار کیا۔

☆ جب علیم وخبیر کے عقیدہ میں کمزوری آئی تو بنی اسرائیل ہفتہ کے دن تاویلات کے ذریعہ مچھلی پکڑ کر رکھنا شروع کر دیا، سمجھانے پر بھی اپنے عمل سے باز نہیں آئے۔

☆ جب علیم وخبیر کے عقیدہ میں کمزوری آئی تو سورۂ بقرہ میں گائے کے واقعہ میں یہ بات ملتی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے خود اپنے آدمی کا قتل کر کے دوسروں پر الزام لگا دیا۔

☆ علیم خبیر سے غافل ہونے کی بناء پیغمبر کی اولاد ہونے کے باوجود اپنے ہی بھائی حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا اور پھر والد کو جھوٹا قصہ بھیڑیا کھا جانے کا بیان کر دیا۔

☆ جب اللہ کے علیم وخبیر ہونے سے غافل بن جاتے ہیں تو یہود نے مشرکین مکہ سے حق کے مقابلہ میں ساز باز کیا اور باطل کی ہمت افزائی کر کے حق کو مٹانا چاہے۔

سوال:۔ ایمان والے اللہ کی پہچان رکھ کر اس کو علیم وخبیر جانتے ہیں، تو کن کن حالات میں اعمال صالحہ اختیار کرتے ہیں؟

جواب:۔ غیر مسلموں کے مقابلہ ایمان والوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے، وہ ہمارے ہر حال سے واقف ہے، ہمارے ہر عمل کی اس کو خبر ہے، ہمارا کوئی عمل اس سے چھپا ہوا نہیں ہے، وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی گھڑی میں انسانوں ہی کی نہیں، جنات ہی کی نہیں، آسمانوں، زمینوں، نباتات، حیوانات، جمادات، چاند، سورج، ستاروں، سیاروں، سمندروں میں رہنے والے، زمین کے اندر اور اوپر رہنے والوں، ہواؤں، فضاؤں اور آسمانوں میں رہنے والوں ہر ایک کا علم وخبر رکھتا ہے، فرشتے جو کچھ حکموں کو پورا کرتے ہیں وہ سب اس کے سامنے ہوتا رہتا ہے، وہ فرشتوں کو حکم دے کر کہیں دور نہیں رہتا، اس نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب رہتا ہے، اس لئے ایمان والے کا ہر عمل سچائی اور اس کے دیکھنے اور سننے کا احساس رکھ کر ہوتا ہے، ایمان والا خوب جانتا ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپائی نہیں جاسکتی، چھپا کر ہم بچ نہیں سکتے، ذلیل ہو جائیں گے۔

☆ چنانچہ ہجرت کے نازک وقت میں بھی جب حضرت ابوبکرؓ اور رسول ﷺ مدینہ جارہے تھے اور راستہ میں لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے، اس

وقت بھی جھوٹ نہ بول کر کہا: یہ ہمارے رہبر ہیں، یہ عبداللہ (اللہ کے بندے) ہیں۔

☆ ہجرت کے وقت جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں چھپے ہوئے تھے دشمن غار تک پہنچ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے پریشانی کا اظہار کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

☆ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب روم فتح ہوا تو بادشاہ کا تاج ایک غریب صحابیؓ کپڑے کے تھیلے میں ڈال کر لائے اور بیت المال کے حوالے کر کے جانے لگے تو لوگوں نے کہا جانتے ہو یہ کس کا تاج ہے؟ اس کی قیمت کیا ہے؟ کہا: ہاں! میں نے اللہ کی خاطر یہ لایا ہے، لوگوں نے ان سے ان کا نام پوچھا تو بتانے سے انکار کیا اور کہا کہ اللہ میرے نام اور میرے کام سے بہت خوب واقف ہے، تاریخ میں ان کا آج تک نام نہیں معلوم ہو سکا۔

☆ اللہ کے علیم وخبیر ہونے کا احساس یہ تھا کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ایک نوجوان کو ایک عورت کے ساتھ پھرتا ہوا دیکھ کر غلط فہمی میں کوڑا مارا، اس نے کہا: امیر المؤمنین! یہ میری بیوی ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے نوجوان سے معافی مانگتے ہوئے اپنی پیٹھ پیش کر دی اور کہا کہ تم بھی مجھے کوڑا مار کر بدلہ لے لو، اس نے امیر المؤمنینؓ کو معاف کرنے اور آپؓ کی عزت واحترام کا اظہار کیا۔

☆ دو صحابہ کرامؓ آپس میں زمین کی خرید وفروخت کئے، جب زمین پر گھر بنا رہے تھے تو گھر کی اس زمین میں ایک برتن میں کچھ اشرفیاں ملیں، فوراً زمین فروخت کرنے والے صحابیؓ کو لے جا کر واپس کرنا چاہا کہ میں نے صرف آپ سے زمین خریدی ہے یہ اشرفیاں نہیں، انہوں نے بھی وہ لینے سے انکار کر دیا کہ میں تم کو زمین فروخت کر دی ہے، اب تم مالک ہو، ذرا غور کیجئے! اللہ کے علیم وخبیر ہونے کا ان کی زندگیوں پر کیسا اثر تھا۔

☆ جنگ تبوک میں کچھ صحابہؓ جہاد میں اپنے نفس کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے، ان میں حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے، رسول اللہ ﷺ کے واپس آجانے کے بعد جب شریک نہ ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو سچ سچ بات بتلادی اور ۵۰/ دنوں تک

مسلمانوں کا بائیکاٹ برداشت کرتے رہے، مگر جھوٹ نہیں بولا، ان کے برعکس منافقین نے جھوٹ بول کر اپنی براءت کروالی۔

☆ ایمان والا لاکھوں روپیوں کا امانت دار بنتا ہے تو اللہ کو علیم وخبیر جاننے کی وجہ سے رتی برابر حساب میں ادھر ادھر نہیں کرتا اور کبھی غبن نہیں کرتا۔

☆ ایمان والا جب اللہ کو علیم وخبیر سمجھتا ہے تو اکیلے میں بھی کوئی نہ دیکھنے کے باوجود کسی عورت کو نیم عریاں لباس میں دیکھ کر بھی زنا کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

☆ ایمان والا جب اس کو شراب، سود اور جوے کا مفت آفر دیا جاتا ہے یا سود اور جوے کا لالچ دیا جاتا ہے تو کوئی دیکھنے والا نہ ہونے کے باوجود وہ اللہ کے علیم وخبیر ہونے کا تصور رکھ کر اس سے دور رہتا ہے اور ان کو حرام سمجھ کر انکار کر دیتا ہے۔

☆ ایمان والا خنزیر کا گوشت، مردار کا گوشت، شرکیہ عقائد کے چڑھاوے وغیرہ سے محض اللہ کو علیم وخبیر سمجھ کر نفرت کرتا، حرام سمجھتا اور ان سے دور رہتا ہے، حالانکہ اگر وہ کھالے تو کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کونسا گوشت اور غذاء کھایا ہے۔

☆ اسی تصور کی وجہ سے حالتِ روزہ میں اکیلے ہونے کے باوجود، کمرے میں بند رہنے کے باوجود، فریج سامنے ہونے کے باوجود، میوے اور غذائیں موجود ہونے کے باوجود بھوکا اور پیاسا ہی رہتا ہے۔

☆ اسی عقیدہ کے تصور کی وجہ سے وہ کبھی جھوٹ کا سہارا نہیں لیتا، نہ جھوٹے مقدمے ڈالتا ہے، نہ کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے، نہ جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہے۔

☆ اسی عقیدہ کی وجہ سے ایمان والا غیبت، گالی گلوچ اور فحش کلامی سے دور رہتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ جب انسان کو کسی کے جاسوسی کا احساس ہوجاتا ہے، اس کی ہر حرکت پر نظر رکھنے اور ویڈیو کیمرے چلنے کا احساس ہوجاتا ہے تو وہ بہت احتیاط برتتا رہتا ہے، اللہ کو علیم وخبیر جاننے کے باوجود جھوٹ کا سہارا لینا گویا اللہ کو علیم وخبیر نہ سمجھنے کے برابر ہے۔

اس کی مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''صفات الٰہی: سمیع، بصیر، علیم وخبیر'' ضرور پڑھئے۔

اَلْحَکِیْمُ : اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے

وَ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ۔

وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبری رکھنے والا ہے۔(الانعام:۱۸)

حکیم کے معنیٰ ہیں: حکمت والا، انتہائی دانا و بینا، ہر کام دانشمندی، ہوشمندی اور حکمت ودوراندیشی کے ساتھ کرنے والا۔

☆ اس جیسی حکمت ومصلحت، دانشمندی اور دانائی کسی میں نہیں، وہ حکمت کا منبع وخزانہ ہے، پیغمبروں، دانشوروں، عالموں کو اسی سے حکمت ودانائی اور ہوشمندی ملتی ہے۔

سوال:۔ دنیا کے بادشاہ، حکومتیں اور بڑے بڑے ماہرینِ قانون بہت سارے بیکار کام کرتے، نقصاندہ قانون بناتے اور غلطیاں کرتے ہیں، کیا اللہ کائنات کا مالک اور بادشاہ ہونے کی حیثیت سے کچھ بیکار اور عبث کام کرتا، نقصاندہ قانون بناتا اور غلطیاں بھی کرتا ہے؟

جواب:۔ غلطیاں وہ کرتا ہے جس میں عیب، نقص اور خرابی ہو، اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب، نقص اور خرابی سے پاک ہے، اس نے پوری کائنات کو بے انتہاء حکمتوں اور دانائی سے بنایا ہے، جس کی وجہ سے کائنات کا پورا نظام ڈھنگ، طریقہ وسلیقہ اور نظم وضبط کے ساتھ چل رہا ہے، وہ کوئی بیکار اور عبث کام نہیں کرتا۔

سوال:۔ کیا اللہ نے کسی مخلوق کو بے مقصد و بیکار پیدا کیا؟

جواب:۔ اللہ نے کوئی مخلوق کوئی ذرہ بے مقصد، بیکار اور بے مطلب پیدا نہیں کیا، ہر چیز با مقصد، حکمت ودانائی کے ساتھ پیدا کیا ہے؛ یہاں تک کہ جانداروں کا بول وبراز بھی بیکار نہیں، بہترین کھاد کے ذریعہ زمین کی غذاء ہے، سانپ کا زہر خطرناک بیماریوں کے علاج کے لئے ہے، سانپ زہریلی گیاسوں کو جذب کرتا ہے، ہریالی چوپائیوں کی

غذاء بنائی، کوئی چیز بیکار نہیں، ہمارا علم اتنا نہیں کہ ہم ہر چیز کی حکمت و مصلحت کو سمجھ سکیں، اللہ نے ہر چیز حکمت و دانائی سے بامقصد پیدا فرمائی ہے۔

سوال:۔ اللہ نے مخلوقات کے لئے جو ضابطے وقانون بنائے ہیں کیا اس میں کسی قسم کا ظلم وزیادتی اور غلطی نہیں ہے؟

جواب:۔ اللہ نے اپنی مخلوقات کے لئے جو بھی ضابطے، اصول وقوانین بنائے ہیں اس میں ظلم وزیادتی یا غلطی یا نا مناسب کوئی چیز نہیں اور نہ وہ مخلوقات کے لئے تکلیف اور نقصاندہ ہے، کسی بھی اصول وضابطہ میں خرابی، کمزوری، نااہلی، نادانی، حماقت اور جہالت نہیں اور نہ وہ کسی بھی مخلوق کے لئے کوئی ضابطہ وقانون بنانا بھولا ہے، وہ بھول اور غلطی سے پاک ہے، جس میں عیب اور نقص ہو وہ بھولتا ہے، اللہ میں کوئی عیب، نقص اور خرابی نہیں، وہ تو ہر قسم کے کمالات ہی سے مالا مال ہے۔

سوال:۔ اللہ نے مخلوقات کی زندگی کے لئے جو ضابطہ بنایا کیا وہ ان کی طبیعت کے مطابق ہے؟

جواب:۔ ہاں اللہ نے اپنی مخلوقات کی جیسی فطرت بنائی ہے اسی کے مطابق ان کو زندگی گذارنے کے اصول وطریقے سکھائے جو ان کے لئے راحت، سکون، آسانی اور آرام والے ہیں، وہ بغیر تربیت ورہنمائی کے خود بخود عمل کرتے رہتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ نے انسان اور جن کے لئے جو دین بنایا وہ کیسا ہے؟

جواب:۔ اللہ نے انسانوں اور جنوں کے لئے جو دین پسند فرمایا ہے وہ بھی ان کی فطرت کے عین مطابق اور آسان ہے، جتنے احکام وقانون دئے وہ ان کی فطرت کے عین مطابق ہی دئے، ان پر وہ آسانی سے عمل کر سکتے ہیں اور کامیاب وسکون والی زندگی گذار کر آخرت سنوار سکتے ہیں اور اپنا ٹھکانہ جنت بنا سکتے ہیں۔

سوال:۔ اللہ نے کس طرح کے فطری احکام اور ضابطے بنائے ہیں؟

جواب:۔ انسان بول و براز جسم اور کپڑوں کو لگائے نہیں پھرنا چاہتا، طہارت اور

غسل کا حکم دیا، پاکی کا مزاج انسان کی فطرت میں رکھا۔

☆ انسان جسم کے قابلِ شرم حصوں کو سب سے چھپانا چاہتا ہے، اس لئے ستر کا حکم دیا۔

☆ انسان جس طرح اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو باپ اور اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کو شوہر نہیں مانتے، اسی طرح اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو مالک ماننے کا حکم نہیں دیا، شرک نہ کرنے کا حکم دیا، توحید اس کی فطرت بنائی۔

☆ انسان جس کا کھاتا اور جس کا احسان مند ہوتا ہے اس کا شکر بھی ادا کرتا ہے، اسی طرح انسان کو صرف اپنے مالک کا شکر ادا کرنے، اسی کی عبادت و اطاعت کرنے اور فرمانبرداری کی تعلیم اور حکم دیا، احسان مندی اس کی فطرت بنائی۔

☆ انسان اپنی بیوی، بیٹی، بہو کو غیر مردوں کے درمیان بے پردہ و بے حیاء بنا کر نہیں چھوڑنا چاہتا، اسی لئے اُسے پردے کا حکم دیا، حیاء اور شرم اس کی فطرت میں رکھا۔

☆ انسان غریبوں کی مدد کرنا چاہتا ہے اس لئے زکوۃ، صدقہ، فطرہ وغیرہ کا حکم دیا۔

☆ انسان چوری، لوٹ مار، دھوکہ بازی کو پسند نہیں کرتا، اسی لئے اُسے حرام قرار دیا گیا۔

☆ انسان شراب، جوا، سود اور زنا جیسے کاموں سے نفرت کرتا ہے اور ان کو نقصاندہ سمجھتا ہے، اسی لئے ان کاموں کو حرام اور گناہ کبیرہ بتلایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا۔

☆ انسان سچ بولنے کو پسند کرتا ہے اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہے، اُسے وہی تعلیم دی گئی۔

سوال:۔ کیا اللہ کے بنائے ہوئے ضابطے، اصول، احکام اور قانون کو بے حکمت سمجھ کر تبدیلی کی جا سکتی ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے تمام ضابطے اور اصول حکمت سے بھرپور ہیں اور قیامت تک کے انسانوں کے لئے اس میں فائدے ہی فائدے ہیں، ان کو قدیم زمانہ کے سمجھ کر یا ماڈرن خیالاتِ زمانہ کو سامنے رکھ کر تبدیلی کرنا بیوقوفی، نادانی اور فساد برپا کرنا ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کام حکمت سے بھرپور ہیں، اس کی مثال دو؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور دانائی سے ہر جاندار کی ناک اور کان، منہ اور

آنکھوں کے قریب رکھیں تا کہ جاندار تمام غذائیں منہ میں ڈالنے سے پہلے آنکھوں سے دیکھ لے، ان کی بو سونگھ لے اور کانوں سے آواز سن کر زبان اور ہاتھ حرکت میں آ جائیں۔

☆ اسی طرح انسانوں کی ہتھیلیوں اور تلوؤں میں بال نہیں اُگائے؛ ورنہ غذائیں کھاتے وقت ہتھیلیوں کے بال منہ میں غذاء کے ساتھ چلے جاتے اور بالوں کو غذاء بھی لگ جاتی، گندگی صاف کرتے وقت پوری گندگی بالوں میں لگ جاتی، چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی، اسی طرح ناک میں بال پیدا کر کے باہر کے جراثیم کو ناک میں جانے سے روک دیا، آنکھوں کو گرد و غبار سے بچانے پلکوں پر بال دئے، انگلیوں میں انگوٹھے کو چھوٹا اور موٹا رکھ کر مُٹّی مضبوط بنانے کے قابل اور کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنے کے قابل بنایا، انگوٹھا نہ ہوتا تو انسان کوئی چیز پکڑ نہیں پا سکتا تھا۔

☆ اللہ نے ریگستان بنائے اور پھر انسانوں کو ریگستان میں سفر کی سہولت دینے ریت میں چلنے کے قابل اونٹ جیسا جانور پیدا فرمایا، ریگستان میں پانی اور چارہ کی کمی ہوتی ہے اس لئے اونٹ کو پندرہ تا بیس دن بغیر غذاء اور پانی کے رہنے کے قابل بنایا، پچھلے زمانوں میں تیز رفتار گاڑیاں نہیں تھیں، اللہ نے انسانوں کی سفر کی ضرورت پوری کرنے اونٹ، گھوڑا، ہاتھی پیدا کئے، انسان جانوروں کی طرح تیز دوڑ نہیں سکتا، اللہ نے اس کے لئے گھوڑا پیدا کیا؛ تا کہ وہ اس پر سوار ہو کر سفر کر کے تیزی سے اپنے مقام اور منزل پر پہنچ جائے۔

☆ اللہ نے قلم پیدا کیا، پھر انسانوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی، انسان کو اعلیٰ اور عمدہ عقل و شعور دے کر کائنات کی مختلف چیزوں کا علم حاصل کرنے کے قابل بنایا، اسی علم کی برکت سے انسان بہت ساری مخلوقات سے فائدہ اٹھاتا ہے، انسانوں اور جنوں کو مادّی اور روحانی ترقی کے لئے دو طرح کا علم عطا فرمایا، انسان روحانی علم یعنی علم وحی سے صحیح عقائد، عمدہ اخلاق اور اعمال صالحہ اختیار کر کے اللہ کا کامیاب بندہ بن سکتا ہے، علم کے ذریعہ بہت ساری حکمت و دانائی سکھائی تا کہ وہ نادانی، بیوقوفی، جہالت اور بیکار کام نہ کرے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنوں میں خیر و شر کی قوت اختیار دے کر

اس میں کونسی حکمت رکھی؟

جواب:۔ انسان اور جنوں کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کی قوتِ اختیار دے کر، نیکی اور بدی کی آزادی دے کر، اللہ کو ماننے اور نہ ماننے کا اختیار دے کر یہ حکمت و مصلحت رکھی کہ انسان اور جنوں میں نیک، صالح اور فرمانبردار انسانوں کو مرنے کے بعد آخرت میں درجات حاصل کرنے، جنت کا وارث بننے، انعامات اور راحتوں میں رہنے کے مواقع حاصل ہو جائیں، گنہگار انسان کوڑے کرکٹ کی طرح جلا دئے جائیں، یہ موقع کسی دوسری مخلوق کو حاصل نہیں، اسی سے انسان ترقی کر سکتا ہے۔

سوال:۔ خیر اور شر، مصیبت و پریشانی اور خوشحالی کے حالات مؤمن اور غیر مؤمن دونوں پر آتے ہیں، ان کی حکمتیں و مصلحتیں عام طور پر کیا ہوتی ہیں؟

جواب:۔ ایمان والوں پر خیر اور شر، پریشانی و خوشحالی کے جو حالات آتے ہیں ان کی پہلی حکمت یہ ہوتی ہے کہ ان کا امتحان لیا جائے، آزمائش کی جائے کہ وہ جن چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اس پر ثابت قدم رہتے ہیں یا نہیں، ایمان کی وجہ سے مؤمن ان حالات میں صبر و شکر اختیار کر کے اسلام پر جما رہتا ہے، مصیبت میں صبر اختیار کرتا ہے، اللہ سے رجوع ہوتا ہے، اللہ سے مانگتا ہے، اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور پھر غم اور پریشانی کو بھول کر اللہ سے نئی امید کے ساتھ اپنی جد و جہد شروع کر دیتا ہے، اسی طرح خوشحالی، آرام و راحت میں عیش و مستی اور نافرمانی سے دور رہ کر اللہ کی عبدیت و بندگی کرتا ہے اور ہر قسم کے حالات کو اللہ کی حکمت و مصلحت سمجھتا ہے۔

غیر مؤمن اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا مزہ دنیا میں بھی چکھتا ہے اور اس پر ذلت، بیماریوں، ناکامیوں، بے سکونی، موت، نقصانات، زلزلے، طوفان اور تباہی جیسے حالات آتے ہیں تو وہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اور اللہ کی حکمت و مصلحت کو نہ سمجھ کر نا امید ہو جاتا ہے، اسباب اور مخلوق سے رجوع ہوتا ہے، یا پھر زہر کھا کر یا خود کو جلا کر یا اونچی جگہ سے کود کر یا پانی میں ڈوب کر خودکشی بھی کر لیتا ہے۔

سوال:۔ گنہگار مسلمانوں پر مصیبت آنے کی حکمتیں کیا ہوتی ہیں؟

جواب:۔ جو مسلمان اسلام سے دور، بدعملی و نافرمانی کی زندگی گذارتے ہیں ان پر مصیبت آنے کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ ان کو غفلت سے جگایا جائے، اطاعت وفرمانبرداری کی طرف لایا جائے؛ تاکہ وہ اپنی غفلت اور اسلام سے دوری کو سمجھ کر جاگ جائیں، بیدار و ہوشیار ہوجائیں اور اللہ سے رجوع ہوجائیں، نافرمانیوں کو چھوڑ دیں، جیسے سوئے ہوئے غافل انسانوں کو جگانے انہیں زور سے ہلا دیا جاتا ہے۔

سوال:۔ جو مسلمان نیکی اور گناہ دونوں کام کرتے ہیں، ان پر مصیبت آنے کی حکمت کیا ہوتی ہے؟

جواب:۔ جو مسلمان اسلام کی سچی تڑپ رکھتے ہیں اور اطاعت و بندگی بھی کرتے رہتے ہیں؛ مگر اسلام میں پورے داخل نہیں ہوتے یا کبھی کبھی ان سے گناہ کے کام بھی ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو مرنے سے پہلے دنیا ہی میں ختم کرنے کے لئے اپنی حکمت و مصلحت سے ان پر مصیبت ڈال دیتا ہے تاکہ وہ آخرت کی سزاؤں سے بچ جائیں، دنیا میں مصیبتیں ڈال کر ان کے گناہوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

سوال:۔ اولیاء اللہ اور نیک لوگوں پر مصیبت آنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب:۔ اللہ جس سے خوب محبت کرتا ہے، جس پر بہت زیادہ انعامات کی بارش برسانا چاہتا ہے اور آخرت میں ان کے درجات خوب بلند کرنا چاہتا ہے تو ان کی آزمائش وامتحان کے لئے دنیا میں مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، وہ لوگ حالتِ امتحان میں اپنے اوپر آنے والے حالات سے راضی رہ کر صبر اختیار کرتے ہیں اور مزید اللہ کی عبدیت و بندگی کرتے ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب اپنے کسی بندے کو مرنے کے بعد بے انتہاء اونچا مقام عطا کرنا چاہتا ہے مگر وہ اپنے عمل اور اطاعت گذاری سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو اس پر مصیبت ڈالتا ہے؛ تاکہ وہ ایمان کی حالت میں صبر اختیار کرتے ہوئے زندگی گذارے، پھر اس کو وہ مقام عطا کر دیتا ہے۔

سوال:۔ بہت سارے کافر اور مشرک اپنے کفر و شرک پر دنیا میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں، ان کی زندگی خوب چمک دمک والی نظر آتی ہے، ان پر کوئی عذاب نہیں آتا، اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب:۔ کافر اور مشرک باوجود اپنے کفر اور شرک کے فساد مچانے کے دنیا میں اطمینان اور سکون سے نہیں رہ سکتے، وہ بظاہر پُرسکون نظر آتے ہیں مگر اندرونی طور پر ان کا سکون برباد ہوتا ہے، وہ بظاہر دنیا میں ترقی کرتے ہیں، ان کی دنیا چمکتی دمکتی نظر آتی ہے، لوگوں اور ملکوں پر اقتدار حاصل کر کے اپنی بڑائی چلاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ان کے ساتھ یہ ہوتی ہے کہ وہ جہنم کے عذابِ عظیم کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں، اللہ ان کو قوتِ ترقی دے کر ان کے اندر کی تمام اسلام دشمنی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے؛ تاکہ وہ مرنے کے بعد سخت عذاب میں پکڑ لئے جائیں، جس طرح ڈوبنے والے آدمی کو خوب پانی پلا کر ڈوباتا ہے، اسی طرح کافر اور مشرک کو اپنے کفر و شرک میں پوری طرح کھل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ظلم کرنے کا موقع دیتا ہے، ان کے لئے دنیا کو جنت بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ مزید سرکش ہو جاتا ہے، وہ دنیا میں کوئی پکڑ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کا خطرناک باغی بن جاتا ہے اور جہنم اور عذابِ عظیم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ صلح حدیبیہ میں صلح کے بعد کیا حکمتیں نظر آئیں؟

جواب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کی غرض سے مقام حدیبیہ تک آئے، مشرکین مکہ نے آپؐ اور صحابہؓ کو اس مقام پر روک دیا، عمرہ کے لئے جانے نہیں دیا اور اس سال واپس جانے کے لئے مجبور کیا، وہاں جو صلح ہوئی اس میں یکطرفہ طور پر مسلمانوں کو مشرکین کے شرائط مانتے ہوئے صلح کرنی پڑی، بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مسلمان دب کر صلح کر رہے ہیں مگر مسلمان صبر کئے اور واپس چلے گئے، بہت غمزدہ تھے، اس وقت ان کو صلح میں اللہ کی حکمتیں اور مصلحتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں، مگر چند دنوں میں اللہ کی حکمت و مصلحت کھل کر سامنے آئی، ایسے حالات پیدا ہوئے کہ دونوں

طرف امن قائم ہوگیا، مکہ اور مدینہ کے لوگ ایک دوسرے سے ملنے اِدھر اُدھر آنے جانے لگے، مشرکین جب اپنے رشتہ داروں سے ملنے مدینہ آنے لگے اور مسلمان رشتہ داروں کے پاس کچھ دن قیام کرتے تو ان کو مسلم معاشرہ کی نورانیت کھل کر سمجھ میں آنے لگی، ان کو محسوس ہونے لگا کہ وہ لوگ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے ناپاک زندگی گذارتے تھے، شراب، جوا، زنا، لڑائی جھگڑے، بے ایمانی، فحش کلامی کرتے، مسلمان بننے اور صحابی بننے کے بعد اخلاق رذیلہ سے دور پاک وصاف شریف اور نیک انسان بن گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ان کی حالت ہی بدل گئی، وہ کچھ دوسرے ہی انسان بن کر پاکیزہ زندگی گذار رہے ہیں، لہٰذا اسلام کو سمجھنے اور قبول کرنے میں اب ان کو دیر نہیں لگی، چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد بہت تیزی سے اسلام پھیلنا شروع ہوگیا۔

دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدہ سے دعوت الی اللہ کا کام تیز ہوگیا، اب اسلام کی دعوت نہ صرف عرب کے دور دور علاقوں کے علاوہ عرب کے باہر کے ملکوں میں بھی پھیل گئی، اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اور دیگر صحابہؓ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

مکہ کے جو لوگ ایمان قبول کر لیتے وہ مدینہ آنے کے بجائے مکہ اور مدینہ کے درمیان پہاڑی علاقوں میں چھپ جاتے اور مکہ کے تجارتی قافلوں پر حملے کرتے، ان کا مال لوٹ لیتے، اس سے تنگ آ کر مشرکین مکہ نے خود ہی صلح کے چند شرائط کو منسوخ کرنے کی گذارش کی اور درمیان میں چھپے ہوئے مسلمانوں کو مدینہ بلا لینے کی درخواست کی، بے شک شر میں سے خیر اللہ نکالتا ہے، اللہ نے حکمت ومصلحت سے لڑائی جھگڑے کو ترک کروا کر صلح کا راستہ بتلایا، مشرکین صلح کے ذریعہ اپنی جیت سمجھ رہے تھے، اللہ نے اپنی حکمت سے اسی صلح کو ان کی ناکامی کا ذریعہ بنادیا، بے شک وہ بڑا حکیم ودانا ہے، اس کی حکمت ومصلحت وہی جانے۔

سوال:۔ **جنگ احد میں کامیابی کو ناکامی میں بدلنے میں اللہ کی کیا حکمت تھی؟**

جواب:۔ جنگ احد میں مسلمان پوری طرح تیاری سے نکلے تھے، ان کے پاس

سامانِ جنگ، گھوڑے اور اونٹ سب ہی تھے، جنگ شروع ہوئی ابتداء میں گھمسان کی لڑائی میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا، مسلمانوں کو جیت ہو رہی تھی اور مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے، محض رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کرنے سے سارے لشکر کو مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا اور جو جنگ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی وہ ہار میں بدلنا شروع ہوگئی، رسول اللہ ﷺ زخمی ہوگئے، کئی صحابہؓ زخمی اور شہید ہوگئے، اس میں یہ سبق دیا گیا کہ قیامت تک جو بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی بات کے خلاف چلے گا یا اتباع سے ہٹ جائے گا وہ اسی طرح ناکامی سے گذرے گا، مسلمانوں کو ناکامی پر صبر کرنا اور اسلام کا ساتھ دینا ہوگا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو غیر مسلموں سے قرض لینے میں کیا حکمت پوشیدہ رکھی ہے؟

جواب:۔ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مسلمانوں کے بجائے غیر مسلموں سے قرض لینے سے شائد یہ حکمت و مصلحت سکھائی کہ وہ پیغمبر ہیں، صحابہؓ کے امیر جماعت بھی ہیں، وہ بڑے ہونے کے ناتے اگر صحابہؓ سے قرض لیں گے تو صحابہؓ، رسولؐ کو قرض دے کر آپؐ کے ادب واحترام کی وجہ سے قرض واپس لینے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، اس طرح رسول اللہ ﷺ جس سے بھی قرض لیں گے وہ رسول اللہ ﷺ ہی کے پاس رہ جائے گا اور یہ بات پیغمبر اور امیر جماعت ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے لئے اچھی نہیں ہوتی، غیر ضروری صحابہؓ پر بار پڑ جاتا۔

اللہ کے رسول اللہ ﷺ صحابہؓ سے تذکرہ کئے بغیر یہودیوں کے پاس سے قرض لیتے اور اس کے واپس کرنے کی مدت مقرر کر دیتے، اس سے دو کام غیر مسلموں کے ساتھ ہوتے، ایک تو مسلمانوں کے وعدہ کی اور قرض کی ایمانداری کے ساتھ واپسی، اور اس کے ذریعہ اسلام کی تعلیمات کی دعوت بھی ہو جاتی، دوسرے درمیان میں مدت سے پہلے اگر وہ قرض واپس مانگیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس رقم نہ ہو تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے عزتی اور بدتمیزی کا برتاؤ کر کے آپؐ کے پیغمبر ہونے کا امتحان بھی لیتے، آپؐ صبر کرتے، غصہ ہونے پر

قرض سے زیادہ واپس بھی کرتے، رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے وہ اسلام قبول کر لیتے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ذریعہ ایمان والوں کو زندگی گذارنے کے جو احکام اور ضوابط بنائے وہ کیسی حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرپور ہیں؟

جواب:۔ اللہ نے دین اسلام کے ذریعہ ایمان والوں کی زندگی کے لئے جو بھی احکام اور ضابطے بنائے ہیں وہ سب کے سب حکمتوں اور مصلحتوں سے بھرپور ہیں، اس میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے، مثلاً پردہ کا حکم انسانوں پر ظلم نہیں جو لوگ ایمان سے خالی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام عورت کو چار دیواری میں قید رکھ کر ظلم کا قانون بنایا ہے، ایسا نہیں ہے! اللہ نے عورت اور مرد میں جنسی خواہش وسیکس رکھا اور عورت کو غیر مردوں کے سامنے آنے سے منع کیا؛ تا کہ بے پردگی اور بے حیائی نہ ہو، عورت جب بے پردہ ہو کر، بناؤ سنگھار کر کے، خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے تو راستہ کے تمام مردوں کی نگاہوں کی شکار ہو ہی جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت جب گھر سے باہر بے پردہ نکلتی ہے تو شیطان کی تیروں میں سے ایک تیر بن جاتی ہے، کوئی مرد اس کے چہرے سے، کوئی اس کی چال سے، کوئی اس کی آواز سے، کوئی اس کے جسم کے حصوں سے مزہ لیتا ہے، اس طرح عورت بے پردہ بن کر آزاد شہوت رانی کا شکار ہو جاتی ہے اور لوگوں کو آنکھ، دل، دماغ، باتوں، زبان اور کانوں کے زنا میں مبتلا کر دیتی ہے،۔

اسلام نے پردہ کا حکم دے کر اس میں بہت سی حکمتیں رکھیں اور معاشرہ کو بے حیائی و بے شرمی سے پاک کیا، اسلام پردہ کے ذریعہ مردوں اور عورتوں میں پاکیزہ ماحول اور شرم وحیاء پیدا کرتا ہے، پردہ کے ذریعہ بے شرمی و بے حیائی اور آزادانہ بے پردہ گھومنے پھرنے سے بچایا، ان کی عزتوں اور عصمتوں کی پردہ کے ذریعہ حفاظت کی، پردہ کے ذریعہ ان میں اور غیر ایمان والی عورتوں میں فرق پیدا کیا، وہ پردہ میں رہ کر مردوں کی ناپاک نگاہوں کا تیر بننے سے محفوظ رہتی ہیں اور دنیا کے دوسرے انسانوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے سے بچاتی ہیں، اللہ نے ایمان والوں کو پردہ کا حکم دے کر انسانی کلچر اور جانوروں

کے کلچر سے بالکل الگ کردیا، جانوروں میں ان کے نر اور مادہ ایک میدان میں ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، ایک نر چار مادہ اور ایک مادہ چار نر راستوں میں ایک ساتھ گھومتے پھرتے ہیں، بالکل اسی طرح مردوں کو عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہوکر زندگی گذارنے سے منع کیا، مگر انسان اللہ کو حکیم نہ سمجھے اور اس کے حکم کی حکمت نہ سمجھنے کی وجہ سے غیر ایمان والوں کی طرح بے پردہ پھر رہے ہیں، عورت مرد آپس میں گھل مل کر رہ رہے ہیں اور غیر اسلامی کلچر کو پسند کر کے دنیا میں زنا، بے حیائی و بے شرمی پھیلا رہے ہیں فساد برپا کر رہے ہیں اور اسلام کو کمزور کر رہے ہیں، اللہ کی حکمت کے خلاف کالج، اسکول اور دفاتر کو مخلوط بنا چکے ہیں۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزوں کو حلال کیا ہے اور بہت ساری چیزوں کو حرام، ان کی حکمتیں کیا ہیں؟

جواب:۔ اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے اس کے ذریعہ پہلے تو انسان کا امتحان مقصود ہے، پھر وہ چیزیں انسان کے جسم، صحت اور مال کو برباد کرنے والی ہیں، انسان کو بیماریوں اور پریشانیوں سے بچانا ہے، مثلاً شراب سے انسانوں کی عقل ختم ہوجاتی ہے، وہ شراب پی کر ہوش میں نہیں رہتے، شراب کی وجہ سے معدہ جل کر تباہ ہوجاتا ہے، شراب پی کر لوگ راستوں پر بیہوش پڑے رہتے ہیں، گھر کے لوگوں کو مار پیٹ کرتے، گالی گلوج کرتے، لڑتے جھگڑتے ہیں، پھر شراب کی خواہش پوری کرنے محنت کی پوری کمائی خرچ کردیتے ہیں اور کم پڑنے پر قرض لیتے ہیں جس کی وجہ سے زندگی ہر طرح سے برباد ہوجاتی ہے۔

خنزیر کا گوشت انسانوں کی صحت کو تباہ کردیتا ہے، اس میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں جو آگ پر پکانے کے باوجود بھی نہیں مرتے، اس کا گوشت کھانے سے انسان میں بے حیائی و بے شرمی پیدا ہوتی ہے، وہ گندگی میں رہتا اور گندگی کھاتا ہے۔

جوّا بھی انسان کو تباہ کردیتا ہے، انسان اپنی دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اسی طرح سود ایک خطرناک دھندا ہے، اس کے ذریعہ انسان کی محنت کی کمائی یعنی خون چوسا

جاتا ہے، سود دینے والا زندگی بھر سود خور کا غلام بنا رہتا ہے، سود کھانے والا خودغرض، بے رحم اور ظالم بن جاتا ہے، ان چیزوں کو حرام کرنے میں انسان اللہ کی حکمتوں کو نہ جان کر پوری دنیا میں شراب، سود، خنزیر اور زنا کو عام کر چکے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کی صفتِ حکیم کو سمجھا جائے۔

سوال:۔ اللہ نے قتل، چوری، جھوٹ، زنا، شراب نوشی اور جوّے پر جو سزائیں مقرر کی ہیں ان کی کیا حکمتیں ہیں؟

جواب:۔ اللہ نے ان جرائم پر جو سزائیں مقرر کی ہیں ان کی حکمتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پوری دنیا میں ان جرائم کی کثرت ہوگئی ہے، غیر ایمان والوں نے ان جرائم پر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو ظلم سمجھا، اگر قاتل ناحق قتل کرنے کے جرم میں قتل کر دیا جائے یا انگلی کے بدلے انگلی کاٹی جائے، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے تو دنیا میں کوئی انسان دوسرے انسان کا قتل کرنے تیار نہیں ہوگا، انسانوں کو احساس ہوجائے گا کہ دوسرے کو قتل کرنا یا چوٹ پہنچانا گویا خود کو قتل کرنا اور چوٹ پہنچانا ہے جو خود کا جانی نقصان ہے، کسی انسان کو قتل کرنے کی ہمت نہ ہوگی، لوگ قتل کر کے دس پندرہ سال جیل میں رہ کر پھر نڈر بن جاتے ہیں، باہر آ کر دوبارہ قتل کر کے غنڈہ کے نام سے مشہور ہو کر دادا گیری کرتے ہیں۔

اسی طرح چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزاء کی وجہ سے کوئی چوری کرنے پر تیار نہیں ہوگا، عورت کی عصمت لوٹنے پر سنگسار کرنے کی سزاء کی وجہ سے کوئی بھی زنا کی ہمت نہیں کرے گا اور عورتوں کی عزت وعصمت محفوظ رہے گی۔

سوال:۔ نماز کو فرض کرنے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:۔ مومن کے لئے نماز معراج کی حیثیت رکھتی ہے، پانچ وقت مسجد میں نماز ادا کرنے سے ایمان والوں میں آپسی تعلقات اور محبت بڑھتی ہے، ان میں اتحاد اور اتفاق قائم ہوگا، لوگ ایک دوسرے کے مسائل سے واقف ہوں گے، مسجد ان کا مرکزی مقام بن جائے گا، نماز کی پابندی سے انسان بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں سے بچیں گے،

ان کے ایمان کو بار بار تازگی ملے گی، وہ اللہ سے رجوع ہونے اور اس کا شکر ادا کرنے والے بن جائیں گے، ان میں اللہ سے ملاقات اور بات کرنے کا احساس پیدا ہوگا، نماز کی وجہ سے ان میں روحانیت اور نور کا اضافہ ہوگا، اپنے آپ کے اللہ کے سامنے ہونے کا احساس پیدا ہوگا، وہ نماز کے پابند ہوکر اللہ کے سواء کسی اور کی عبادت کرنا ہرگز پسند نہیں کریں گے، ان میں توحید زندہ ہوگی، وہ اللہ سے مانگنے والے بنیں گے، ان میں اللہ کی یاد باقی رہے گی، بار بار ایمان تازہ اور مضبوط ہوگا، نماز کی وجہ سے انسان اللہ کو بھولنے نہیں پاتا اور اللہ کی یاد کے ساتھ اعمال کرتا رہے گا۔

سوال:۔ روزہ اور حج کو فرض کرنے میں اللہ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:۔ روزہ اور حج کو ایک خاص مہینہ میں فرض کرکے پورے عالم کے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ ان کا دین صرف اسلام ہے، وہ خالص اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان ایام میں غریب و امیر سب روزہ رکھیں اور تقویٰ کی تربیت حاصل کریں گے، روزہ رکھ کر گویا اللہ کی وفاداری اور غلامی کا اظہار کرنا ہے، اللہ تعالیٰ روزہ کے ذریعہ ایمان والوں کو جسمانی اور روحانی صحت وتندرستی عطا فرماتا ہے اور اپنی اطاعت و بندگی کی مشق کرواتا ہے، روزے سے اسلام پر چلنا آسان ہوجاتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرکے پاک ہونے کا زبردست موقع ہے۔

جن لوگوں میں استطاعت ہو وہ حج کے خاص مہینہ میں کعبۃ اللہ جاکر حج ادا کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی یاد کرکے توحید کا سبق حاصل کرتے ہیں اور اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ کرتے ہیں اور گناہوں سے معافی مانگ کر توبہ کرتے ہیں، پوری دنیا سے ایمان والے وہاں آکر جمع ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے محبت اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں، ان میں احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بحیثیت امت ایک ہیں، سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، گورے وکالے، عرب وعجم، مالک وغلام، بادشاہ اور رعایا کی کوئی اونچ نیچ نہیں، مساواتِ انسانی کی تربیت پاتے ہیں، اپنے آپ کو کعبۃ اللہ کے مرکز

سے جڑے رہنے کا احساس پیدا کرتے ہیں، کعبۃ اللہ کو نماز کا قبلہ و مرکز سمجھتے ہیں، اللہ کی تعظیم اور اکرام میں کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہیں، اللہ سے وفاداری کا عہد کرتے ہیں۔

سوال:۔ زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ و خیرات کے نظام میں کیا حکمت ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے کے بہت سارے ذرائع و طریقے رکھے ہیں، چنانچہ اس نے اپنی حکمت سے دولت مندوں کو دولت کا بندہ بننے سے روکنے ان کو زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ و خیرات کا حکم دیا؛ تاکہ دولت کی محبت انسان کے دل میں نہ بیٹھ جائے اور وہ دولت کا پجاری نہ بن جائے، اس طرح اللہ اپنی حکمت سے امت کے غریب و بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے کے لئے زکوٰۃ اور صدقات کا نظام ایمان والوں کو دیا تا کہ غریب لوگوں کے مسائل بھی حل کرنے کی فکر امت کے دولتمندوں کو ہونی چاہئے، یہاں تک کہ قربانی اور عقیقہ میں بھی غریبوں اور مسکینوں کا حصہ مقرر کر دیا۔

اس صفت کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب ''ایمان میں یقین پیدا کرنے کا طریقہ'' پڑھئے، اپنے بچوں میں اسلام کو زندہ اور باقی رکھنا ہو اور بچپن سے مضبوط ایمان والا بنانا ہو تو تعلیم الایمان کے تمام حصے ضرور پڑھئے اور پڑھایئے اور آپس میں تحفہ دے کر اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایئے

☆☆☆☆☆
☆☆☆☆
☆☆☆
☆☆
☆

اَلتَّوَّابُ: توبہ قبول کرنے والا

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ (بقرہ:۳۷)

بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا کو امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا، وہ یہ جانتا ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں نظر نہ آنے والے دشمن شیطان کی وجہ سے اس کے بندے غفلت، نادانی، بھول اور گمراہی میں مبتلا ہوکر گناہ کرتے رہیں گے، وہ اپنے بندوں کو خواہ مخواہ سزاء دینا نہیں چاہتا، وہ بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے،اس نے بندوں کی کامیابی، بھلائی اور بہتری کے لئے توبہ اور معافی مانگنے کا طریقہ رکھا، اور یہ تعلیم دی کہ گناہ، غلطی اور نافرمانی ہوجانے کے بعد ناامید نہ ہوں، اللہ سے معافی کی امید رکھواور فوراً توبہ کرلو، وہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت رکھتا ہے، جس طرح ماں بچہ کے پورے جسم میں پھوڑا، پھنسی ہوجانے کے باوجود نفرت نہیں کرتی، محبت سے علاج کرواتی ہے، اس کی گندگی کو بار بار صاف کرتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اپنے بندوں کو گناہوں سے صاف ستھرا اور پاک کرنے کے لئے وضو، غسل، طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، تلاوتِ قرآن، ذکر، پردہ، خیر خیرات اور صدقات سے معاف کرنے کا طریقہ رکھا، وہ چاہتا ہے کہ بندے مرنے سے پہلے ہی توبہ کرکے دنیا سے جائیں، چنانچہ اللہ نے اپنے بندوں کو گناہ کے بعد فوراً توبہ کرلینے کی تعلیم دی، جو بندے گناہ ہوجانے کے بعد توبہ نہیں کرتے اللہ ان سے ناراض ہوتا ہے، وہ توبہ کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے، بار بار گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو سچی پکی توبہ کرنے کی تاکید کی ہے۔

سوال:۔ توبہ کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ اللہ کی نافرمانی ہوجانے کے بعد اللہ کی طرف رجوع ہوکر اپنے گناہوں کی عاجزی وانکساری کے ساتھ معافی مانگنا اور پھر اس گناہ کی طرف بھی نہ جانا، دل میں

اس گناہ سے نفرت پیدا کر لینا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا، اسی کو توبہ کہتے ہیں۔

سوال:۔ توبہ کی مثال کیا ہے؟

جواب:۔ غلط راستہ پر چلے جانے کے بعد خیال آنے یا لوگوں کی صحیح رہبری پر پلٹ کر واپس آجانا اور سیدھے راستہ کو اختیار کرنا توبہ کی مثال ہے۔

سوال:۔ کیا توبہ مسلم اور غیر مسلم کوئی بھی کرے تو قبول ہوگی؟

جواب:۔ توبہ کرنے کے لئے صحیح ایمان کا ہونا شرط ہے، حالتِ شرک میں توبہ قبول نہیں ہوتی، مشرک کو ایمان قبول کر کے توبہ کرنا ہوگا، بتوں، دیوی دیوتاؤں کے سامنے مشرک جو توبہ کرتا ہے وہ توبہ نہیں، اسی طرح مذہب کے پیشواؤں کے سامنے غلطی کا اعتراف کر کے توبہ کا اظہار کرنے سے بھی توبہ نہیں ہوتی۔

سوال:۔ کیا اللہ بڑے سے بڑے مشرک اور گنہگار کی توبہ بھی قبول کرتا ہے؟

جواب:۔ ہاں! اگر وہ ایمان قبول کر لے اور دل سے کلمہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے، ایمان قبول کرنے سے پہلے جو بھی گناہِ کبیرہ کیا ہے وہ بھی معاف کر دیتا ہے، اس نے بڑے بڑے مشرکوں، چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں، شرابیوں، جواریوں اور ظالموں، جابروں اور فسادیوں کی توبہ قبول کی ہے اور ان کو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی وجہ سے ولی اور بزرگ بنا دیا، ان کی زندگیوں کو مثالی بنا دیا۔

سوال:۔ کیا صرف روتے ہوئے گالوں پر ہاتھ مارنے کو توبہ کہتے ہیں؟

جواب:۔ نہیں! توبہ کیلئے گالوں پر ہاتھ مارنے کی ضرورت نہیں بلکہ دل سے برائی اور گناہ کا احساس و اعتراف کرنا اور اس سے نفرت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رحم اور معافی کی درخواست کرنا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ و کوشش کرنا توبہ کہلائے گا۔

سوال:۔ انسان غلطی اور گناہ کس کس طرح کرتا ہے؟

جواب:۔ انسان غلطی اور گناہ تین طرح سے کرتا ہے:

(۱) اللہ کا حق ادا کرنے میں نافرمانی کرتا ہے۔(۲) اپنے نفس کے حقوق ادا

کرنے میں نافرمانی کرتا ہے۔(۳) لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں نافرمانی کرتا ہے۔

سوال:۔ اللہ کے حقوق میں نافرمانی سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔ بندوں پر اللہ کے جو حقوق ہیں وہ یہ کہ: اللہ کے ساتھ شرک اور کفر نہ کریں اللہ ہی سے دعاء مانگیں، اللہ سے بڑھ کر محبت مخلوق سے نہ کریں، اللہ سے بڑھ کر مخلوق سے خوف نہ رکھیں، اللہ سے بڑھ کر مخلوق کی اطاعت نہ کریں، کسی کو سجدۂ تعظیم بھی نہ کریں، خانۂ کعبہ کے علاوہ کسی گھر کا طواف نہ کریں، مخلوق سے منتیں مرادیں نہ مانگیں، مخلوق کی قسم نہ کھائیں، ہر کام اللہ کے لئے کریں، اللہ کی اطاعت کی جگہ مخلوق کی اطاعت نہ کریں، اللہ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کریں، بدعات نہ کریں وغیرہ۔

سوال:۔ نفس کے حقوق ادا نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ خواہشاتِ نفس میں مبتلا ہو کر اللہ کی نافرمانی اور گناہ کرنا، جی کی خواہش پر ناچ گانا بجانا کرنا، زنا، شراب، جوا، غرور، تکبر کرنا، فضول خرچی کرنا، لوگوں کو حقیر و کمتر سمجھنا، وعدہ پورا نہ کرنا، جھوٹ بولنا، بے پردگی کرنا، خود کو متقی پرہیز گار اور سامنے والے کو حقیر، بُرا اور گنہگار سمجھنا، آنکھ، کان، زبان اور دل کا زنا کرنا، بے حیائی و بے شرمی کرنا، فحش کلامی و گالی گلوج کرنا، نامحرم عورتوں میں جان بوجھ کر بیٹھنا، اعمال میں دوسرے مذاہب کی مشابہت اختیا کرنا وغیرہ۔

سوال:۔ لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ پڑوسیوں کو ستانا اور تنگ کرنا، امانتوں میں خیانت کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، ناحق ظلم و زیادتی کرنا، ناحق کسی کا قتل کرنا، کسی کے گھر، دُکان اور زمین پر قبضہ کر لینا، قرض لے کر واپس نہ کرنا، جوڑے کی رقمیں اور ناجائز طریقے سے جہیز لینا، میاں بیوی کا آپسی حقوق ادا نہ کرنا، ساس یا بہو پر ظلم کرنا، ماں باپ کا حق ادا نہ کرنا، ان کی خدمت سے انکار کرنا، اولاد کے حقوق ادا نہ کرنا، غیبت کرنا، ناحق تہمت لگانا، چوری یا قتل کا الزام لگانا، گالیاں دینا، یتیموں اور حقداروں کا حق نہ دینا، رشوت لینا اور دینا، سود لینا اور دینا، جھوٹے مقدمے ڈال کر دنیا حاصل کرنا یا انسانوں سے بدلہ لینے ڈوری کیس کرنا، جھوٹی گواہی دینا،

رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرنا، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا۔

سوال:۔ ان تین چیزوں کو ذہن میں رکھ کر توبہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ مسلمانوں کو یہ تین چیزیں ذہن میں رکھ کر توبہ کرنا ہوگا، ان کو نظر انداز کر کے یا ان کو جاری رکھتے ہوئے توبہ کرنا توبہ نہیں کہلاتا، مثلاً

☆ حقوق اللہ میں نافرمانی پر توبہ کا طریقہ:

اگر شرکیہ عقائد میں مبتلا ہوں یا شرکیہ اعمال میں مبتلا ہوں تو صحیح علم مل جانے کے بعد یا ضمیر کے احساس دلانے پر شرک سے توبہ کر لیں، بدعات وخرافات سے فوراً توبہ کر لیں، اللہ سے معافی مانگ لیں، زبان ودل سے گناہ کا اقرار کر لینے کے بعد اللہ نے معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے، مخلوق سے منت مانگی ہو تو اس کو قطعی پورا نہ کریں، آئندہ مخلوق کی قسم نہ کھائیں، دکھاوا اور ریا کاری سے دور رہیں، ان اعمال کی غلطیوں کو اللہ نے زبان ودل سے اعتراف کرنے اور معافی مانگنے پر معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے، اس کے علاوہ فرائض میں کوتاہی ہوگئی ہو تو توبہ و معافی مانگ کر جتنی نمازیں قضاء ہوگئی ہیں ان کو ہر فرض نماز کے بعد ہر روز ادا کرنے کی کوشش کرتے رہنا اور جو روزے چھوٹے ہیں ان کی قضاء آہستہ آہستہ کرنا شروع کر دینا، زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو پچھلی اور اب تک کی زکوٰۃ کا حساب کر کے توبہ کے بعد ادا کرنا شروع کر دینا، اگر اتنا مال موجود نہ ہو تو آہستہ آہستہ حساب لکھ کر پچھلی زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، فرض ہوجانے کے باوجود حج نہ کیا ہو تو موجودہ سال فوراً حج کا ارادہ کر لینا، یہ حقوق اللہ کی نافرمانی کی توبہ ہے، توبہ کے بعد اگر زندگی ختم ہونے تک پوری نمازیں، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا نہ کر سکے تو ان کے متعلق شرعی وصیت اپنی اولاد کو کرنا اور اللہ سے توبہ کرنا، کیونکہ اللہ بڑا رحم کرنے والا عفو و درگذر کرنے والا ہے۔

☆ نفس کے حقوق میں نافرمانی کی توبہ کا طریقہ:

جب توبہ کا احساس اور تڑپ پیدا ہوجائے تو فوراً جائزہ لیں کہ کون کونسی نفسانی خواہشات اور جاہلانہ رسموں میں گرفتار ہیں، ناچنا، گانا بجانا، زنا، شراب، جوا، فضول خرچی، جھوٹ، غیبت، حسد وجلن، کینہ اور دھوکہ بازی وغیرہ وغیرہ فوراً بند کر دیں، انشاء اللہ ان

چیزوں سے توبہ کر لینے کے بعد اللہ آپ کی غلطیوں اور گناہوں کو معاف کر دے گا، غرور، تکبر، چھوڑ کر لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آتے ہوئے اپنے آپ کو ان سے کمتر خیال کریں، سختی کے ساتھ جھوٹ، بے پردگی، فحش کلامی اور گالی گلوج سے توبہ کر کے سچ بولنے، وعدہ کی پابندی کرنے، نامحرم عورتوں اور مردوں سے پردہ کرنے، آنکھوں کو نیچی رکھنے کی پابندی شروع کر دیں، انشاءاللہ اس طرح تقویٰ کی طرف لوٹ آنے سے اللہ تعالیٰ زبان سے اقرار اور دل سے احساس پر آپ کی توبہ قبول فرما کر گناہوں کو دنیا ہی میں معاف کر دے گا، وہ بڑا رحیم اور کریم ہے، پھر تمام گناہ دوبارہ کرنے سے پرہیز کریں۔

انسانوں کے حقوق ادا نہ کرنے کے گناہوں سے توبہ کا طریقہ:

اس توبہ کے لئے انسان کے دل میں زبردست تقویٰ اور آخرت کا زبردست یقین ہونا، تبھی انسان حقوق العباد ادا نہ کرنے کے گناہوں کی صحیح توبہ کر سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توبہ کے لئے یہ تعلیم دی کہ بندوں کے ساتھ ناانصافی، ظلم اور حق تلفی ہو جائے تو ان کے مرنے سے پہلے پہلے ان کا مال، جائیداد واپس کیا جائے یا حق ادا نہ کیا ہو تو حق ادا کیا جائے یا پھر ان کو راضی کرا لیا جائے اور معاف کروا لیا جائے تبھی انسانوں پر سے حقوق العباد ادا نہ کرنے کا گناہ دور ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک بندہ نیکیوں کے دفتر کے ساتھ میدانِ حشر میں آئے گا، مگر اس کے نامۂ اعمال میں لوگوں پر ظلم و زیادتی، تکلیف پہنچانا، ناحق مارنا پیٹنا، قتل کرنا، ناحق کسی کا مال کھا جانا، حقوق ادا نہ کرنا وغیرہ سب کچھ ہو تو اللہ تعالیٰ وہاں روپے پیسے، درہم و دینار سے واپسی کا فیصلہ نہیں کریں گے؛ بلکہ ظلم کرنے والے کو ظلم اور حق ادا نہ کرنے پر مظلوم کو نیکیاں دینی پڑیں گی، اس کے باوجود مظلوم کے حقوق ادا نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دئے جائیں گے، پھر وہ نیکیوں سے محروم ہو کر مفلس ہو جائے گا اور جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا، اس لئے حقوق العباد کے گناہوں کو اپنے نامہ اعمال سے مٹانے کے لئے مرنے سے پہلے اس طرح توبہ کر لیں:

☆ پڑوسیوں کو ستایا ہو تو ان سے معافی مانگ لیں اور آئندہ ان کے ساتھ پُرامن رہنے اور حسن سلوک کا وعدہ کر کے ان کو مطمئن کریں، ہو سکے تو ان کا دل جیتنے اور محبت پیدا کرنے کے لئے تحفہ وغیرہ دے کر خوش کریں، ان کے سامنے اپنے ظلم و زیادتی کا اعتراف کریں، تبھی اللہ تعالیٰ پڑوسیوں کو ستانے کا گناہ دنیا ہی میں معاف فرمادے گا، ورنہ اپنا رویہ پڑوسیوں کے ساتھ خراب رکھ کر ان کو تکلیف پہنچاتے ہوئے توبہ کریں گے تو یہ توبہ نہیں ہوگی بلکہ گناہ باقی رہے گا اور اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

☆ لوگوں کی امانتوں اور یتیموں کا مال، بھائی بہنوں کے حقوق اور وراثت کا حصہ دبا لیا ہو یا استعمال کر لیا ہو تو ان کی امانتیں معافی مانگتے ہوئے واپس کی جائیں، کسی کا روپیہ پیسہ، سونا چاندی، جو جتنی مقدار میں لیا تھا واپس کیا جائے یا پھر ان کو راضی کر کے ان سے معافی تلافی کر لی جائے تب ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کا یہ حق توبہ کرنے والے پر سے دنیا ہی میں ہٹائے گا اور معاف کر دے گا؛ ورنہ وراثت کا مال، یتیموں کا مال، لوگوں کی امانتیں، سونا چاندی اور دولت وغیرہ اپنے قبضہ میں رکھ کر ان کو واپس نہ کر کے توبہ کرنا یہ توبہ نہیں بلکہ خود کو دھوکہ دینا ہے، اس طرح کے عمل کے بدلہ میں قیامت کے دن اپنی نیکیاں حقداروں کو دینی پڑیں گی۔

☆ ناحق کسی کا قتل کیا ہو تو اس کا خون بہا ادا کریں یا اس کے وارثوں سے معاف کروالیں، تب ہی اللہ تعالیٰ اس خونِ ناحق کو توبہ کرنے پر دنیا ہی میں مٹادے گا، اسی طرح اگر کسی کو مارا پیٹا ہو تو اس سے معافی مانگ کر اتنا ہی بدلہ لینے کی گذارش کریں یا معاف کروالیں، ورنہ صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرنے سے توبہ نہیں ہوگی، آخرت میں مظلوموں کو نیکیاں دے کر چھٹکارا پانا پڑے گا یا ان کے گناہ لینا پڑے گا۔

☆ کسی کی دُکان، مکان، زمین پر قبضہ کر کے ناجائز مالک بن گئے ہوں تو صحیح توبہ کرنے کیلئے اس کی زمین، دُکان اور مکان خالی کر کے اس کے حوالے کرنا ہوگا یا اس کو اس کی مرضی کے مطابق اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی، تبھی یہ گناہ دنیا میں معاف ہوسکتا ہے، ان چیزوں پر قبضہ رکھ کر، واپس نہ کر کے، بے ایمانی کرتے ہوئے توبہ کرنا نفس کو دھوکہ دینا ہے اور قیامت

کے دن مجرم ومفلس برقرار رہنے کا ذریعہ ہے، ان چیزوں کی وجہ سے اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی۔

☆ لوگوں سے قرض لئے ہوں تو اس رقم کو واپس کرنا یا ان سے معاف کروالینا شرط ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرمایا: شہید اگر قرضدار ہو تو قرض ادا کرنے تک اس کی روح آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، آپؐ میت پر قرض ہوتا تو نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کردیتے، جب تک کہ کوئی اس کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری نہ لے لیتا نماز جنازہ ادا نہیں کرتے، وارثوں کو چاہئے کہ مرحوم کی مغفرت کے لئے وراثت کے مال کو فروخت کرکے پہلے قرض ادا کریں، پھر وراثت کی تقسیم کریں، قرض ادا کئے بغیر وراثت تقسیم کرلینا مرحوم کو مصیبت میں ڈالنا ہے، لوگوں کو ڈوبا کر ان کا مال لوٹ کر یا چوری کرکے اپنے پاس رکھ کر توبہ کرنے سے توبہ صحیح نہیں ہوتی، گناہوں کا وبال باقی رہتا ہے۔

☆ لوگوں سے رشوت، سود، جوڑے گھوڑے کی رقمیں، سامانِ جہیز اور ناجائز دعوتیں لینے والے یہ سب مال اور سامان اپنے گھروں میں رکھ کر، چوری اور لوٹے ہوئے مال سے گھروں کو سجا کر، موٹر بنگلہ لوٹ کر عیش وعشرت والی غفلت کی زندگی گذارتے ہوئے، شب معراج، شب براءت اور شب قدر میں رات رات بھر جاگ کر روتے ہوئے چہرے پر ہاتھ مارتے ہوئے، لوگوں کا لوٹا ہوا مال واپس نہ کریں، ناجائز دعوتوں کا خرچ ادا نہ کرکے صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرنے سے یہ گناہ معاف نہیں ہوتے، ویسے ہی باقی رہتے ہیں، ان کے معاوضہ میں روز قیامت نمازیں، روزے، حج اور زکوٰۃ اور اعمالِ صالحہ اور نیکیاں دینی پڑیں گی، گویا لوگ یہ سب حرام مال لے کر اس کے بدلے اپنی نیکیاں دنیا ہی میں فروخت کر رہے ہیں، ان کو توبہ سے پہلے یا تو لوگوں سے ناجائز طریقوں سے لیا ہوا مال واپس کرنا ہوگا یا ان سے معاف کروالینا ہوگا، تب ہی یہ گناہ دنیا میں معاف ہوسکتے ہیں، اگر مظلوم انتقال کرجائیں تو ان کی اولاد کو واپس کیا جائے یا ان کے نام سے خیرات کیا جائے، اگر پوری رقم واپس کرنے کی استطاعت نہ ہو تو روتے ہوئے اللہ سے معافی مانگ کر جو بھی رقم خیرات کرسکتے ہوں یا واپس کرسکتے ہوں تو اپنا عمل جاری رکھیں، اگر زندگی میں اس کی تلافی نہ کرسکیں تو اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جاننے والا ہے،

وہ بندے کی اس توبہ کی تڑپ پر قیامت کے دن مظلوم کو باقی مال کے عوض نعمتیں دینے کا وعدہ کر کے مظلوم کو راضی کرالے گا، اس لئے کہ بندہ زندگی میں سچی توبہ کر کے اس کا مال واپس کرنے کی کوشش کرتا رہا، غربت کی وجہ سے پوری ادا نہ کر سکا، استطاعت نہ ہونے کے باوجود ادا کرنے کی پختہ نیت رکھا اور اللہ سے معافی مانگتا رہا۔

☆ جن کی غیبت کی ہو ان سے معافی مانگیں، اگر تعلقات خراب ہونے کا ڈر ہو تو غیبت کا ذکر کئے بغیر عاجزی وانکساری کے ساتھ یہ کہنا کہ جو بھی آپ کے ساتھ میرا قصور اور زیادتی ہوئی معاف فرمادیں، پھر آئندہ غیبت نہ کرنا، زیادہ خاموش رہنے کی عادت ڈالنا، بیکار بات نہ کرنے کی عادت، ڈالنے سے انسان غیبت سے بچ سکتا ہے، یہ توبہ کا صحیح طریقہ ہے۔

☆ ماں باپ یا بیوی پر ظلم کیا ہو یا بیوی نے میاں کے ساتھ زیادتی کی ہو، ساس نے بہو کو تنگ کر کے ظلم کیا ہو یا بہو نے ساس کو تکلیف دی ہو تو یہ سب لوگ اپنے ظلم وزیادتی پر مرنے سے پہلے ایک دوسرے سے معافی مانگ کر اپنے ظلم کو معاف کروالیں، ماں باپ کے ساتھ معافی مانگ کر حسن سلوک کرنا شروع کردیں، ان کو خوش کر کے راضی کرالیں، تب ہی توبہ صحیح ہوگی، ماں باپ کو ناراض رکھتے ہوئے، ظلم وزیادتی اور نافرمانیوں کو برقرار رکھتے ہوئے توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہوتی، یہ گناہ برقرار رہتا ہے۔

☆ لوگوں کو گالیاں دی ہوں، لڑائی جھگڑا کیا ہو تو ان سے مل کر معافی مانگنا اور ان کو راضی کرنا، جس پر تہمت لگائی ہو اس کے سامنے اس کے تمام لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو جھوٹا کہنا اور اس کی پاکدامنی کا اظہار کرنا، یہ اس گناہ کو مٹانے کا صحیح طریقہ ہے؛ ورنہ لوگوں کو بدنام کر کے جھوٹے الزامات لگا کر ان کو بے عزت کر کے صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرنے سے توبہ نہیں ہوتی، یہ گناہ باقی رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حشر کے میدان میں مکمل انصاف کرنا چاہتا ہے، وہ اپنے انصاف میں کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رکھے گا، اگر حقوق العباد میں یہ اصول نہ رکھتا اور ایک حق لوٹنے اور ظلم کرنے والے سے مظلوم کا حق دلائے بغیر جنت میں داخل کردیتا تو

مظلوم یہ سوچتا کہ یہ انصاف مکمل نہیں، اس نے تو میرا حق ادا نہیں کیا، میرا مال لوٹا، مجھ پر ظلم کیا، اس لئے اللہ نے حقوق العباد میں یہ تمام شرطیں رکھیں اور اگر ظالم ان شرائط کو پورا نہ کر سکے اور سچی توبہ کرنے کی کوشش میں وہ مظلوم کا پورا پورا حق ادا کرنے میں مجبور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے انصاف کو مکمل کرنے کے لئے مظلوم کو نعمتیں دے کر راضی کرا لے گا، یا پھر وہ سچی توبہ نہ کرے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دے گا۔

سوال:۔ انسان توبہ سے کب غفلت کرتا ہے؟

جواب:۔ شیطان انسان کو دین میں نئی نئی باتیں سمجھا کر نیکی کا تصور دلا کر توبہ سے دور رکھتا ہے، انسان تمام بدعات وخرافات میں مبتلا ہو کر اس کو نیکی تصور کرتا ہے اور کبھی ان بدعات پر توبہ نہیں کرتا، غفلت اور خوش فہمی میں زندگی گذارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ تواب کے ذریعہ بندوں کو گناہوں سے گھبرا کر عذاب کے ڈر سے ناامید ہونے سے بچایا اور اپنے تواب ہونے کی تعلیم دی، وہ چاہتا ہے کہ بندہ حشر کے میدان میں آنے سے پہلے ہی موت سے پہلے پہلے دنیا میں سچی توبہ کر لے اور اللہ کے پاس حساب دینے اور اللہ کے سامنے کھڑے ہونے اور پکڑ سے ڈرے، انسان کو توبہ کی اتنی زبردست تعلیم دینے کے باوجود اگر بندہ سچی پکی توبہ نہ کر کے دنیا سے جائے اور حرام مال، ظلم و زیادتی، ناانصافی اور اخلاقِ رذیلہ والی زندگی ہی سے محبت کرتا رہے تو یہ اس انسان کی بدقسمتی ہے، انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کی صفت توّاب سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور اپنی مغفرت دنیا ہی میں کروا لے، بیان کردہ طریقہ پر توبہ کرنے سے ایک انسان میں عقیدۂ آخرت کا یقین مضبوط ہونے کا اظہار ہوتا ہے اور اس کا اس طرح توبہ کرنا انشاء اللہ اپنے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنا ہو جائے گا، توبہ کی تفصیل بیان نہ کرنے سے لوگ صرف زبان سے توبہ کے الفاظ ادا کرتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے رہتے ہیں مگر گناہ نہیں چھوڑتے، اگر انسان کو بنیادی تعلیم ہی میں بچپن ہی سے توبہ کی حقیقت سمجھا دی جائے تو انسان گناہ سے دور رہے گا۔

مزید تفصیل کیلئے تعلیم الایمان کا حصہ ''ہماری توبہ توبہ نہیں مذاق ہے'' ضرور پڑھئے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم :اللہ بے انتہاء مہربان، رحم کرنے والا ہے

☆ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اللہ کی بے انتہاء رحمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

☆ بخاری کی روایت میں ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت کو اپنے غضب پر غالب کیا ہے۔

☆ اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے کائنات کی تمام مخلوقات کو فیض وفضل مل رہا ہے۔

☆ اگر اللہ چند لمحوں کے لئے اپنی رحمت کو روک دے تو دنیا تباہ و برباد ہوجائے گی، اس کی رحمت ہر لمحہ مسلسل ہر مخلوق پر برس رہی ہے۔

☆ ساری مخلوقات میں جو رحم نظر آتا ہے وہ اللہ ہی کی عطا اور دَین ہے، رحم ہی کی وجہ سے محبتیں پیدا ہوتی ہیں، چنانچہ ماں باپ کو اولاد پر یا اولاد کو ماں باپ پر یا شوہر کو بیوی پر یا بیوی کو شوہر پر، استاذ کو شاگرد پر، امیر کو غریبوں پر، بادشاہ کو رعایا پر، ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر نر اور مادہ کی آپس میں اور اپنے بچوں پر جو رحم نظر آتا ہے وہ اللہ ہی کا رحم اور اس کی محبت ہے جو ان سے ظاہر ہوتی ہے۔

☆ اگر اللہ تعالیٰ ماں باپ میں یہ رحم اور محبت نہ ڈالتا تو بچوں کی پرورش مشکل ہوجاتی، کوئی ماں باپ اپنے بچوں کے لئے تکلیف جھیلنے اور برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اس لئے کہ بچوں ہی سے ماں باپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے، ان کی پرورش اور حفاظت میں پوری جان و مال لگانا پڑتا ہے، اگر رحم ومحبت نہ ہوتی تو ماں باپ ہی اولاد کے سب سے بڑے دشمن بن جاتے، اس کی مثال بِلّے میں نظر آتی ہے، جب بلی کو بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان ابتدائی دنوں میں بِلّے کے سر میں بہت درد رہتا ہے، وہ بچوں کو ڈھونڈتا پھرتا ہے، ملنے پر کتر کر ٹکڑے کر دیتا ہے۔

☆ اللہ نے اپنے رحم کی تھوڑی سے جھلک ماں باپ میں پیدا کر دی جس کی وجہ سے وہ اولاد سے بے انتہاء محبت کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے اولاد کی پرورش آسان ہوگئی، اسی

رحم اور محبت کی وجہ سے وہ دن رات بچوں پر محنت کرتے اور ان پر اپنا مال لوٹاتے ہیں۔

☆ دنیا میں عام طور پر انسان ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور محبت‘ غرض اور مطلب کی خاطر کرتے ہیں اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو اپنی تعریف، بڑائی اور ریاکاری میں کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ رحم اور محبت کرنے سے کوئی غرض اور مطلب وابستہ نہیں، چاہے کوئی اس کی اطاعت کرے یا نہ کرے، چاہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے، وہ بحیثیت رحمٰن و رحیم ہونے کے برابر رحم کئے جاتا ہے، محض انسانوں کے فائدے کے لئے رحم کئے جاتا ہے، یہ شان صرف اللہ واحد کی ہے، وہ انسانوں کا فائدہ چاہتا ہے۔

☆ دنیا کا بادشاہ اور حکومت اپنے کسی باغی پر رحم نہیں کرتی، اس کے بغاوت کے عمل پر اس کو تکلیف دیتی ہے اور اس کی زندگی میں مشکلات کھڑی کر دیتی ہے، مگر کائنات کا رب ایسا نہیں، وہ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے مومن اور کافر دونوں پر رحم کرتا ہے، اور رحیم ہونے کی حیثیت سے خاص مومنوں پر رحم کرتا ہے، صفات رحمٰن اور رحیم کے ذریعہ رحمت کا مکمل اظہار کر رہا ہے، گویا یوں سمجھئے کہ ایک ہے عام رحمت اور دوسری ہے خاص رحمت، اب بندوں کو اختیار ہے کہ وہ عام رحمت میں رہنا چاہتے ہیں یا عام رحمت کے ساتھ ساتھ خاص رحمت کو بھی لوٹنے تیار ہیں۔

☆ شانِ رحمٰن یعنی عام رحمت کی وجہ سے وہ دنیا کی تمام مخلوقات کو ان کی ضرورت کی چیزیں بغیر مانگے دیتا ہے، اسی طرح وہ مومن اور کافر دونوں کا رب ہونے کی حیثیت سے اپنی اس عام رحمت کی وجہ سے جسم اور جسمانی اعضاء عطا کرتا ہے، پھر ان اعضاء میں دیکھنے، سننے، بات کرنے، چلنے پھرنے، پکڑنے کی طاقت دیتا ہے، پھر دوسری مخلوقات کی طرح مومن اور کافر کی بھی مسلسل پرورش کرتا رہتا ہے۔

☆ شانِ رحمٰن ہونے کی وجہ سے وہ اپنی دنیا کی تمام نعمتیں، اپنی ہوائیں، اپنا پانی، اپنی غذائیں اپنے میوے، پھل پھلاری، اپنے درخت و پودے، اپنی روشنی، اپنی گرمی، اپنی دھاتیں، سونا چاندی، لوہا، پیتل کو استعمال کرنے کی کھلی اجازت دے رکھی ہے، چاہے

بندے اس کی جگہ کسی اور کو خدا مانے اور بغاوت کریں تب بھی وہ ان نعمتوں کو نہیں روکتا۔

☆ اس نے اپنی صفت رحمٰن کی وجہ سے مومن اور کافر دونوں کو زمین پر حکومت واقتدار کرنے کی آزادی دے رکھی ہے، جس کی وجہ سے انسان جانوروں، بکرا بکری، بھینس، گائے، بیل، اونٹ اور ہاتھی کے جھنڈ کے جھنڈ کو کنٹرول کرتا ہے اور ان کو اپنے قابو میں رکھتا ہے، اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے، درختوں کو کاٹتا ہے اور ان کے پھل توڑ لیتا ہے، ان کی لکڑی کو جلاتا ہے جو چاہے اس سے سامان بنا لیتا ہے، انسانوں پر حکومت کرتا ہے۔

☆ اس نے اپنی صفت رحمٰن کی وجہ سے مومن اور غیر مومن کو تیز سے تیز رفتار سواریاں بنانے کی صلاحیت دی، ہوا اور پانی کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ انسانوں کے ہوائی جہاز ہوا میں اور پانی کے بڑے بڑے جہاز پانی میں سنبھالے رکھیں، تاکہ انسان اپنی ضروریات پوری کرنے پوری دنیا میں سفر کر سکیں، ان کے سامان تجارت ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل ہو سکیں اور اس کے ذریعہ وہ فائدہ اٹھا سکیں۔

☆ اس نے اپنی صفت رحمٰن کی وجہ سے مومن اور کافر دونوں کے لئے مزیدار اور طاقت سے بھرپور غلہ، اناج اور ترکاریاں اُگاتا اور کھلاتا ہے، کسی بھی مخلوق کو مشروبات پینے کا موقع نہیں، انسان میوؤں اور پھلوں سے مشروبات بنا کر پیتا ہے، یہ صرف اس کے رحمٰن ہونے کی وجہ سے نعمتیں اور سہولتیں ہیں۔

☆ اس نے اپنے صفت رحمٰن کی وجہ سے دونوں قسم کے انسانوں یعنی فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ اور رنگ بہ رنگی لباس بنانے کی صلاحیت دی، اور موسموں کے لحاظ سے گرم اور ٹھنڈا لباس پیدا کیا اور جانوروں کی کھالوں اور بالوں سے لباس بنانے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

☆ وہ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے اپنے فرمانبردار اور نافرمان دونوں بندوں کو غاروں، سوراخوں، بلوں، درختوں کے اوپر یا نیچے یا کھلے میدانوں، یا بھرپور دھوپ یا بارش میں رہنے نہیں دیا بلکہ ان کو عمدہ مکانات، بنگلے اور کوٹھیاں بنا کر رہنے اور ایر کنڈیشنر اپنے

مکانوں میں لگانے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

☆ وہ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے مومن اور کافر دونوں کو اپنی نعمت پانی کی شکل بدل کر استعمال کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، جس کی وجہ سے انسان پانی کو گرم ٹھنڈا اور برف بنا کر استعمال کرتا ہے اور پانی سے بہت سارے کام لیتا ہے، سارے انسانوں کے لئے میٹھے پانی کا انتظام کیا ہے یہ صرف اس کا رحم ہے۔

☆ وہ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے اپنے بندوں کو خاندان، کنبے اور فیملی بنانے کا نظام سکھایا تا کہ سب ایک دوسرے سے محبت کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں، تکالیف میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں، ہمدرد و غمگسار بنیں اور تسلی دینے والے بنیں۔

☆ وہ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے دنیا کو برتنے اور مختلف مخلوقات سے فائدہ اٹھانے والے علوم دونوں انسانوں کو سیکھنے کے قابل بنایا تا کہ انسان سکون و آرام کے ساتھ زندگی گذار سکے اور زندگی کو مزید ارطریقے پر گذار سکے اور دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

☆ اس طرح کی نعمتیں اس طرح کا برتاؤ دنیا کی کوئی انسانی حکومت اپنی رعایا کے ساتھ نہیں کر سکتی اور نہ وہ اپنی رعایا کو ہر طرح کا سکون و آرام پہنچا سکتی ہے، انسان اللہ کو رحمٰن ہونے کی حیثیت سے نہیں پہچانتا، اللہ کے بے انتہاء احسانات، انعامات اور نعمتوں میں رہنے کے باوجود اللہ کی ناشکری کرتا ہے، اللہ سے بغاوت کرتا ہے، حالانکہ اگر وہ اپنے نوکروں کو اچھا کھانا، اچھا کپڑا، اچھا مکان، اچھی سواری اور آرام دہ چیزیں اور سامان دینے کے بعد وہ اگر غداری کرے اور بغاوت کرے تو اس کے ساتھ مجرمانہ سلوک کر کے اس کو سزاء دیتا ہے، ساری سہولتیں چھین لیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ رحمٰن ہونے کی حیثیت سے دنیا کی اس زندگی میں اپنی نعمتوں کو نافرمان کو بھی عطا کرتا ہی رہتا ہے، اس لئے مخلوقات میں رحمٰن جیسا کوئی نہیں ہو سکتا، جس کی رحمت ہر مخلوق پر برستی ہو جو اللہ جیسا رحمت کا سلوک کر سکے۔

اسی رحمت کی وجہ سے سورج اپنی روشنی اور گرمی مومن اور کافر دونوں کو دیتا ہے، ہوائیں سب کے لئے چلتی ہیں، پانی سب کے لئے برستا ہے، درخت اور پودے، غذائیں،

غلہ واناج، میوے اور ترکاریاں اُگاتے اور نکالتے ہیں، زمین سب کو اپنے اوپر برابر چلنے پھرنے اور رہنے دیتی ہے، سورج، چاند اور ستارے سب کے لئے کام کرتے ہیں، یہ صرف اور صرف اللہ کی صفتِ رحمٰن کا اظہار ہے، سب کے لئے رحمت جاری ہے۔

☆ اللہ نے انسانوں کی یہ فطرت بھی بنائی ہے کہ جب کوئی ان پر احسان کرتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے ساتھ رحم اور محبت کا معاملہ کرتا ہے تو وہ انسان اس کا دیوانہ بن جاتا ہے اور اس کے اشاروں پر دوڑتا پھرتا ہے اور اس کی ہر بات مانتا ہے، مگر اللہ کی نعمتوں کا احساس اللہ کے رحمٰن ہونے کا احساس نہ ہونے اور اس کی محبت کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے مالک اور پروردگار ہی سے بغاوت کرتا ہے اور کر رہا ہے۔

☆ جب انسان اللہ کی رحمت خاص کے لئے تڑپتا ہے یا اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر رحم کرنا چاہتا ہے یا اس سے محبت کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنی سب سے بڑی نعمت ایمان کی ہدایت دیتا ہے اور دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، یہ ہدایت اس کو اللہ کی صفت رحیم (خاص رحمت) سے ملتی ہے۔

اسی صفت رحیم کی وجہ سے وہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے، وحی نازل فرمایا، انسانوں میں جس کی فطرت صحیح ہو اور جو اللہ کے لئے تڑپتا ہو، وہ اللہ کی صفت رحمٰن کے ساتھ ساتھ صفت رحیم سے بھی فائدہ اٹھا کر دنیا میں کامیاب، پُرسکون، نورانی اور ایمان والی زندگی گذارتا ہے، قرآن مجید کے مطابق زندگی گذارتا، گناہوں سے نفرت کرتا، نیکیوں کی طرف دوڑتا، آخرت کی تیاری میں لگ جاتا ہے، جو اپنی فطرت کو بگاڑ لے وہ صفت رحیمی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو صفت رحیمی کے اظہار کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کی خاص رحمت عنایت کرے گا اور ان کو جنت کا وارث بنائے گا اور اپنا دیدار نصیب کرے گا، وہ وہاں پر بھی صفت رحمٰن کے ذریعہ جسم، اعضاء، اہل و عیال، بھوک و پیاس، مکان اور سواریاں رکھتے ہوئے صفت رحیمی سے بھی نعمتیں لوٹتے رہیں گے، اللہ کی خاص خاص نعمتوں میں رہیں گے۔

☆ اس نے اپنی شان رحمت سے انسانوں کو توبہ کی مہلت پر مہلت دیتا ہے اور سکرات کے شروع ہونے سے پہلے تک مہلت دیتا ہے، وہ بندوں پر رحم کرنا چاہتا ہے۔

☆ ظالم، مشرک اور کافر کو اپنے ظلم و زیادتیوں پر فوراً نہیں پکڑتا، ہر قسم کی طاقت رکھتے ہوئے سنبھلنے کا موقع دیتا ہے، درگذر کرتا ہے، اس کی ڈھیل، چھوٹ اور مہلت کی وجہ سے کافر اور مشرک اپنے اعمال پر مطمئن رہتے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے، جب زلزلہ، طوفان اور آندھی آتی ہے یا موت کے قریب چلے جاتے ہیں تو اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں، تکلیف اور پریشانیوں میں ان کو اللہ یاد آتا ہے۔

☆ وہ رحمٰن ہونے کے باوجود دنیا میں سزاء بھی دیتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ماں اپنے بچہ کو کیچڑ اور گندگی میں دیکھ کر مارتی ہے اور غصہ کرتی ہے پھر خود ہی اس کو نہلا دھلا کر گلے لگا لیتی ہے، اللہ بھی اپنے ایمان والے بندوں کے گناہ مصیبت ڈال کر معاف کرتا ہے، مصیبت ڈالے بغیر بھی وضو، غسل، طہارت اور نماز وغیرہ سے معاف کرتا رہتا ہے۔

☆ اس نے دنیا کو مومن اور کافر دونوں کے لئے سجایا ہے، اپنی شانِ رحمت سے مختلف رنگوں کے پھول پیدا کئے، مختلف شکلوں، خوشبو اور مزے کے پھل پیدا کئے، اس نے دنیا میں کافر و مومن دونوں کو مختلف مزوں اور ذائقوں کی غذائیں پیدا کیں، اس نے انسانوں اور جنوں کی آنکھوں کو سکون دینے کے لئے خوبصورت ترین پرندے مختلف آوازوں والے جاندار پیدا کئے، اس نے زمین کو ویران اور کھنڈر نہیں بنایا، جگہ جگہ سبزہ، درخت اور پودے اُگا کر رنگین پہاڑوں سے سجایا، پیاس بجھانے کے لئے صاف شفاف میٹھے پانی کا انتظام کیا، ہر قسم کے درخت اور پودوں کے پتوں اور پودوں کی جسامت کی شکلیں الگ الگ بنائیں، پانی کو انسانوں کے گھروں تک پہنچنے کا انتظام کیا، مگر پھر بھی انسان اللہ کے احسانات کو دیکھتے ہوئے اس کی رحمتِ خاص کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، باغی اور نافرمان بنا رہتا ہے، اس نے قیامت کا دن بندوں کے حساب و کتاب کے لئے اپنی اسی رحمت کی وجہ سے مقرر کر رکھا ہے، انصاف کرنا اس کی رحمت ہی کا تقاضا ہے۔

دنیا کا کوئی مالک چاہے کتنا ہی اپنے نوکر پر مہربان ہو وہ اُسے ظلم و زیادتی، مار پیٹ، چوری وڈکیتی اور اپنی نافرمانی کے لئے کھلی چھوٹ نہیں دیتا، اس کا حساب لے کر سزاء بھی دیتا ہے، یعنی صحیح رحم کرتا ہے اور رحم کے تحت انصاف کرتا ہے، اگر ایسا نہ کرے تو مالک ظالم ہوجائے گا، ماں باپ بھی اولاد سے محبت کرتے ہیں، مگر اولاد کی نافرمانی پر پٹائی بھی کرتے ہیں، غصہ کرتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، سزاء دیتے ہیں، انسانوں کی فطرت ہے کہ وہ سزاء سے صحیح زندگی گذارتا ہے، اللہ انصاف نہ کرے تو ظلم ہوجائے گا۔

اللہ اگر چاہتا تو دنیا میں بغیر رنگ اور خوشبو والے پھول رکھ سکتا تھا، بغیر مزے اور خوشبو کے پھل رکھ سکتا تھا، بغیر مزے کے صرف ایک چاول اور ایک ترکاری رکھ سکتا تھا، گوشت کھانے کی اجازت نہ دے سکتا تھا، ایک ہی قسم کا کپڑا عطا کرسکتا تھا، ایک ہی رنگ کے پرندے بغیر خوبصورتی اور رنگ کے رکھ سکتا تھا، میٹھے پانی کے بجائے کھارا یا کڑوا پانی پلا سکتا تھا، گھروں کے بجائے میدانوں میں ڈیرے ڈال کر خانہ بدوشی کی زندگی گذارنے کا نظام رکھ سکتا تھا، جانوروں کی طرح بغیر خاندان، قبیلہ اور رشتہ داریوں کے رکھ سکتا تھا، پانی کو بغیر گرم یا ٹھنڈا کئے استعمال پر مجبور کرسکتا تھا، بغیر ماں باپ کے مچھلی اور مچھر کے لاروؤں کی طرح پرورش کرسکتا تھا، بناؤ سنگھار، سونا چاندی استعمال کی اجازت نہیں بھی دے سکتا تھا، سواریوں کے بغیر صرف ایک گھوڑے کی سواری دے سکتا تھا، اگر وہ یہ سب نہ بھی دیتا تو بغیر ان نعمتوں کے پرورش کرسکتا تھا، مگر انسان اللہ کی صفت رحمت کو نہ سمجھ کر اللہ ہی کا سب سے بڑا ناشکرا بنا ہوا ہے، اگر وہ چاہتا تو گناہوں پر فوراً سزا دیتا تو پھر انسان توبہ کہاں سے کرسکتا تھا، انسان کو سدھرنے کا موقع نہ دیتا تو انسان مرنے کے بعد کہاں ترقی کرسکتا تھا، اگر وہ نیک اعمال پر انعام نہ دیتا تو انسان اس سے کچھ بھی مطالبہ نہیں کرسکتا تھا، وہ انسانوں کو دنیا سجائے بغیر دنیا کو خوبصورت بنائے بغیر بھی رکھ سکتا تھا۔

اس نے اپنی رحمت سے انسانوں کو وضو سکھایا، یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے انسان کو طہارت کا طریقہ سکھایا، یہ اس کا رحم ہے کہ جنابت سے پاک ہونے کا طریقہ

سکھایا، اس نے اپنے رحم سے زنا اور آوارگی کے بجائے نکاح کا طریقہ سکھایا، اس نے اپنے رحم سے سود کو حرام کر کے تجارت کی تعلیم دی، اس نے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے ذریعہ غریبوں کی مدد کا طریقہ سکھا کر حکم فرمایا، اس نے اپنی رحمت سے انسانوں کے جسم اور اعضاء کو نقصان دینے والی چیزوں کو حرام کیا، اس نے اپنی رحمت ہی سے نشہ آور چیزوں کو حرام کیا، اس نے اپنی صفت رحم ہی سے ایمان والوں کو مرنے کے بعد جلانے کے بجائے دفن کرنے کا طریقہ سکھایا، اس نے اپنے رحم سے پاکیزہ زندگی گذارنے دین اسلام نازل کیا، اس کی خاص رحمت ہی کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، انسان کو چاہئے کہ وہ اسی طرح اللہ کے احسانات اور انعامات کو یاد کرتے رہیں اور اس کی صفت رحمت کو سمجھنے کی کوشش کریں، انسان جتنی زیادہ اللہ کی رحمت کو سمجھے گا اس میں اللہ کی محبت اور تڑپ بڑھتی ہی جائے گی، اولاد اور ماں باپ ایک دوسرے سے بے انتہاء محبت کیوں کرتے ہیں؟ میاں بیوی ایک دوسرے سے محبت کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ اولاد بچپن سے اپنے ماں باپ کے احسانات، رحم اور محبت کو دیکھتی رہتی ہے، بیوی شوہر کی خدمت کے لئے جان کی بازی اس لئے لگا دیتی ہے کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر احسانات کرنے والا اور دل و جان سے چاہنے والا پاتی ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں کو کائنات میں غور وفکر کر کے اپنے احسانات وانعامات کو سمجھنے کی تعلیم دے رہا ہے، اور اپنی صفات رحمٰن و رحیم، ودود، تواب اور غفور کے ذریعہ اپنی محبت بندوں میں پیدا کر کے یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ ان کا مالک ان پر بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے اور محبت کرنے والا ہے، وہ بھی رحمٰن سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے بن کر اس کی اطاعت وغلامی کے لئے دوڑیں، جب بندوں کو اللہ سے محبت بڑھے گی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے دوڑیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت ضروری ہے۔

ان صفات کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب ''رحمٰن ورحیم پر غور وفکر'' پڑھئے۔

اَلْوَکِیْلُ: اللہ ہی بہترین کارساز ہے!

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ، نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔ (بخاری)

اللہ ہمارے لئے کافی ہے، بہترین کارساز ہے، بہترین مولا اور بہترین مددگار ہے۔

☆ وکیل اللہ کا صفتی نام ہے، اس کے معنیٰ ہیں اپنی تمام مخلوقات کی نگہبانی کرنے والا، حفاظت اور دفاع کرنے والا، تمام کاموں کا بنانے والا مخلوقات کے لئے جو بہتر ہو وہ کام کرنے والا، بہترین کارساز، حفاظت کے ساتھ ہر کام کو تکمیل تک پہنچانے والا۔

☆ اللہ نے دنیا کی زندگی کو کچھ اس طرح بنایا ہے کہ تمام حیوانات، نباتات، جمادات اور تمام مخلوقات پر ایک دوسرے سے تباہی و بربادی یا ان کی جان کو خطرات لگے رہتے ہیں، خاص طور پر جانوروں اور انسانوں کو ان کی اپنی زندگی میں ایک دوسرے سے بہت سے خطرات پیدا ہوتے ہیں، خاص طور پر چھوٹے جانوروں کو بڑے جانوروں سے اور انسانوں کو دشمنان اسلام سے، یا ایمان قبول کرنے کے بعد ان کے رشتہ داروں سے جان و مال کا نقصان، یا ایمان والوں کی اقلیت سے غیر ایمان والے علاقوں میں لوٹ مار، فسادات، قتل و خون، غارت گری، تجارت میں نقصان، نوکریوں سے محرومی، دعوت ایمان دینے پر مشکلات، اسلام پر چلنے پر مشکلات اور تکالیف یا پھر معاشی تنگدستی اور بیماریوں کی پریشانی وغیرہ

☆ اسی طرح انڈوں میں بچوں کی حفاظت، ماں کے پیٹ میں بچوں کی حفاظت، بیج سے پودا نکلنے اور پودے سے درخت بننے اور پھولوں پھلوں کی حفاظت، غلہ اناج، ترکاریوں کے پورا بننے اور حفاظت سے محفوظ ہاتھوں تک پہنچنے میں نگہبانی کرنا یہ صرف وکیل کا کام ہے، جو کارساز بھی ہے، نگہبانی کرتا ہے اور دفاع کرتا ہے اور اگر تباہ و برباد کرنے یا موت کے حوالے کرنے میں بہتری ہو تو وہی کرتا ہے۔

☆ ان تمام حالات میں اللہ نے اپنی صفت وکیل کے ذریعہ یہ تعلیم دی ہے کہ کائنات

کی تمام مخلوقات کی نگہبانی اور حفاظت اور دفاع اکیلا اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں گرتا، صفت وکیل کے ذریعہ ایمان والوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ ہر قسم کے خراب اور اچھے حالات میں گھبرائیں اور اترائیں نہیں، ناامید ہو کر ایمان ضائع نہ کرلیں، اس لئے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان، ان کی حفاظت اور نگہبانی کرنے والا اکیلا اللہ ہے، وہ اللہ کو وکیل جان کر اللہ سے رجوع ہوں، مخلوقات کے غلبہ کے آگے عاجزی و منت سماجت اور گڑگڑاہٹ نہ کریں، غیر ایمان والے ماحول کے اکثریتی علاقوں میں رہ کر ان کے غلبہ واقتدار کی وجہ سے اسلام پر چلنے پر تکالیف پہنچانے، مشکلات پیدا کرنے سے یا ان کی اسلام دشمنی سے نہیں گھبرانا، ہنستے ہوئے صبر کے ساتھ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کرتے رہنا ہے۔

☆ حقیقی ایمان والے اللہ کو اپنا وکیل اور کارساز مان لینے کے بعد اولاد یا ماں باپ کے مرنے پر چیختے چلاتے نہیں اور نہ واویلا مچاتے ہیں بلکہ اللہ کے لئے صبر کر کے اللہ کے نگہبان ہونے کا تصور رکھتے ہیں۔

☆ حقیقی ایمان والے دنیا کے نقصان، مکان اور دُکان کے لُٹ جانے یا ٹوٹ جانے یا چھن جانے پر بدحواس ہو کر ہوش نہیں کھودیتے اور اللہ سے ناامید نہیں ہوتے؛ بلکہ اللہ کو وکیل مان کر اپنے آپ کو قابو میں رکھتے اور اللہ سے اچھی امید باندھتے ہیں۔

☆ حقیقی ایمان والے کسی قسم کی ناکامی، شکست یا نقصان پر خودکشی نہیں کرتے بلکہ اللہ کو وکیل مان کر نئی امید اور نئے حوصلوں سے پھر دوبارہ جدوجہد شروع کر دیتے ہیں۔

☆ حقیقی ایمان والے غیر ایمان والوں کی اسلام دشمنی اور ظلم پر ہمت نہیں ہارتے اور نہ گھبرا کر جان و مال کے لُٹ جانے کا خیال کر کے دل سے ایمان کو جانے نہیں دیتے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کو وکیل جان کر ایمان میں مزید مضبوط ہو جاتے ہیں، جان بچانے ان کی منت و سماجت کر کے ہاتھ پیر نہیں پڑتے، ان کی چاہے تعداد زیادہ ہو یا اسلحہ کی قوت کی زیادتی سے اپنے ایمان میں کمزوری پیدا ہونے نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ کو وکیل مان کر اُسے اپنا دفاع

اورحفاظت کرنے والا سمجھتے ہیں، بہترین کارساز خیال کرتے ہیں۔

☆ جس طرح ایک انسان کوحکمران سے دوستی اور تعلقات ہونے پرحکمران سے تائید اور مدد ملنے کا احساس رہتا ہے اور وہ کسی بھی حالت میں گھبراتا نہیں، نڈر بنا رہتا ہے، اس کو احساس رہتا ہے کہ حاکم کو اطلاع ملنے پر وہ فوراً میری مدد کرے گا، میرا دفاع اور حفاظت کرے گا اور میرے لئے بہتر حالات پیدا کرے گا، یہی حال حقیقی ایمان والے کا اللہ کو وکیل مان کر ایمان کے بعد ہوجاتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ سے بڑی کسی کی طاقت نہیں اور نہ اللہ سے بڑی کسی کی قدرت ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر نہ میرا کوئی نقصان کرسکتا ہے اور نہ میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے، اگر کوئی مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہے تو اس کی مرضی کے بغیر موت نہیں آسکتی ہے اور اگر موت آگئی تو موت کے بعد میرا کوئی نقصان نہیں کرسکتا، ایمان والا جانتا ہے کہ بیماری اور جسم پر زخموں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، جلنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے، آپریشن سے تکلیف ہوتی ہے، موت کے وقت کی بھی تکلیف ہوتی ہے، اس لئے اگر کوئی اُسے قتل کرتا ہے تو وہ کچھ دیر کے لئے اس تکلیف کو بھی برداشت کرلے گا، مگر اللہ پر ایمان سے انکار نہیں کرے گا۔

☆ تمام پیغمبروں کو اللہ کے وکیل ہونے کا یقین ہونے کی وجہ سے وہ اکیلے اپنے پوری قوم میں دعوت ایمان دینے نکلتے تھے، کسی سے نہیں گھبراتے تھے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام پوری قوم کے مقابلہ میں صرف دس پندرہ انسانوں کے ایمان لانے پر بھی اکیلے نوسو سال تک دعوت ایمان دیا، کبھی انسانوں کی اکثریت سے نہیں ڈرے، اللہ تعالیٰ وکیل ہوکر پوری قوم سے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچایا اور باقی قوم کو غرق کردیا۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے تھے، پوری قوم کے مقابلہ اللہ کے وکیل ہونے کے اعتماد اور بھروسہ پر اکیلے کھڑے ہوکر ان کی عبادت گاہ میں جاکر دعوت ایمان دی، قوم نے اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے اور اقتدار اور اکثریت کے نشہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکیلا جان کر آگ میں جلانا چاہا، اللہ تعالیٰ وکیل ہونے کی حیثیت سے آگ میں

بھی ان کا دفاع کیا اور نگہبانی کی جس وقت ان کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا، فرشتوں نے آ کر مدد کی پیشکش کی انہوں نے اپنی زبان پر یہی کلمات دوہرائے، بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلِ۔ ہمیں اللہ کافی ہے، وہ بہت زبردست کارساز ہے۔ (ال عمران) جو تاریخ میں انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کا سبق بن گیا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کو وکیل مان کر اس کے اعتماد و بھروسہ پر نڈر بن کر فرعون کو دعوتِ ایمان اس کے دربار میں جا کر دی، فرعون اپنے لشکر کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ختم کرنا چاہا؛ مگر اللہ نے وکیل بن کر حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو بچالیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے قتل کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ نے وکیل بن کر ان کی حفاظت فرمائی اور آسمان پر زندہ جسم کے ساتھ اٹھا کر نگہبانی کر رہا ہے، یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کو وکیل نہیں مانا تھا۔

☆ اصحاب کہف نے اللہ کو وکیل مانا اور اللہ کے بھروسہ و اعتماد پر غار میں جا کر دعاء کی، اللہ نے وکیل بن کر ان کی تین سو سال سے زیادہ حفاظت فرمائی۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیغمبر بنادئے گئے تو اللہ کو وکیل مان کر اللہ کے بھروسہ اور اعتماد پر اکیلے تن تنہاء شرک کے ماحول میں کعبۃ اللہ کے بتوں کے سامنے، مکہ کی گلیوں، بازاروں اور حج وعمرہ کے قافلوں اور سفر پر آنے والوں اور قریش کے پنڈتوں کو دعوت ایمان دی، کھلے عام مکہ کے مشرکین کو قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا کہہ کر ایمان کی دعوت دی، کبھی ان کی مار، ظلم و زیادتی اور نقصانات اور تکالیف پہنچانے سے ہمت نہیں ہاری، اور نہ منت وسماجت کی اور نہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑے، اُلٹا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑ سے ان کو ڈرایا اور کعبۃ اللہ میں بت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد وثناء کرتے تھے۔

☆ اللہ کو جب وکیل مان لیا جاتا ہے تو ہمت اور حوصلے بلند ہو جاتے ہیں، آپ نے طائف کی عوام کو صرف اپنے ایک غلام کے ساتھ جا کر بے خطر دعوتِ ایمان دی، زخمی ہو گئے مگر گھبرائے نہیں، آوارہ لڑکوں نے آپ کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضائع نہیں ہوئے۔

☆ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اللہ وکیل ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے لئے جو بہتر راہ تھی اس کا فیصلہ کر کے ہجرتِ مدینہ کا حکم فرمایا، بغیر کسی اعلان کے سفر کا حکم دیا، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ غارِ ثور میں چھپے ہوئے تھے، دشمن غار تک آ چکے تھے، اندر سے حضرت ابوبکرؓ دشمنوں کے پاؤں دیکھ رہے تھے، اگر دشمن غار میں جھک کر دیکھتے تو آپ دونوں نظر آ جاتے، حضرت ابوبکرؓ نے خطرہ کے احساس سے خوف محسوس کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

☆ صحابہ کرامؓ نے بھی جب ایمان قبول کر کے اللہ کو وکیل مان لیا تو اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر دئے، ہجرت کی خاطر دُکان، مکان، دولت کے لُٹنے اور رشتہ داروں کے چھوٹنے، کسی رشتہ دار یا صحابی کو شہید کرنے یا جنگ میں شکست کھانے یا زخموں میں چور چور ہو جانے یا غریبی و مفلسی اور بھوکے پیاسے رہنے پر کبھی واویلا نہیں مچایا اور نہ منت و سماجت کی، نہ کسی مشرک کے سامنے ہاتھ جوڑا نہ پیر پکڑے اور نہ احتجاجی جلوس و جلسے کئے اور نہ بزدلی دکھائی، نہ دشمنوں کی زیادتیوں پر پریشان ہو کر ہوش کھو بیٹھے؛ بلکہ مکی زندگی میں ہر روز گرم ریت پر جلانے اور طرح طرح کی تکالیف دینے، مار کھانے، یہاں تک کہ بی بی سمیہؓ کی شرمگاہ میں خنجر مارے جانے اور شہید تک ہو جانے کے باوجود ایمان سے انکار کرنے پر کبھی تیار نہیں ہوئے، مار کھا کھا کر بھی اللہ احد اللہ احد زبان سے کہتے رہے۔

☆ ہجرت مدینہ کے وقت اللہ نے اپنی حکمت سے چھپ کر خاموشی کے ساتھ مدینہ جانے کا حکم دیا مگر جب ابتدائی زمانہ میں مدینہ میں رسول اللہ ﷺ قیام فرمائے ہوئے تھے تو راتوں میں صحابہ کرامؓ آپؐ کی قیامگاہ پر دشمنوں کے ڈر سے پہرہ دیا کرتے تھے، جب

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''ہم آپؐ کی لوگوں سے حفاظت کریں گے'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت صحابہؓ کو پہرہ دینے سے منع کیا اور انہیں پہرہ سے ہٹادیا، اور فرمایا: ''میرے لئے اللہ کافی ہے''، ذرا غور کیجئے اللہ کی حکمت وکیل ہونے کی حیثیت سے ایک جگہ چھپ کر خاموشی سے سفر کا حکم دیا، ہجرت کے راستہ کی تمام رُکاوٹوں سے خود حفاظت کی اور مدینہ میں اکیلے گھر میں بغیر پہرے کے رہنے کا حکم فرمایا (اس طرح اسباب کی دنیامیں احتیاط بھی سکھایا)۔

☆ مدینہ میں غزوات شروع ہوئے، ایک غزوہ کے موقع پر آپؐ ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے، آپؐ کی تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی، دشمن کا ایک آدمی آپؐ کو اکیلے دیکھ کر فوراً آپؐ کی تلوار پر قبضہ کرلیا اور آپ کو بیدار کرکے پوچھا: بتاؤ اے محمدؐ! تم کو مجھ سے کون بچاسکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ بغیر گھبرائے اور بغیر پریشان ہوئے پوری اطمینان واعتماد سے فرمایا: اللہ! وہ جیسے ہی اللہ کا نام سنا تھرتھراتے اور کانپتے ہوئے تلوار چھوڑ دیا، پھر نبی کریم ﷺ نے فوراً وہ تلوار اپنے قبضہ میں لے لی۔

☆ بعض صحابہ کرامؓ کو تو چار اونٹوں کو الگ الگ ہاتھ پیر باندھ کر ان کو ایک دوسرے کی مخالف سمتوں میں دوڑایا گیا، جس سے جسم کے چار ٹکڑے ہوگئے مگر پھر بھی وہ ایمان سے انکار نہیں کئے، کسی مشرک کی منت وسماجت اور ہاتھ پیر نہیں پڑے اور نہ ان سے عاجزی کی، یہ صرف اور صرف اللہ کو وکیل ماننے کا اثر تھا، وہ جانتے تھے کہ یہ مشرک ہمیں صرف دنیا کی حد تک تکلیف دیں گے، مگر یہ تکلیف ہم کو اللہ کی رضاء دلائے گی اور آخرت میں اللہ ہی ہمارا نگہبان ہوگا۔

☆ بی بی آسیہؓ جو فرعون کی بیوی تھیں، جن کے پیروں اور ہاتھوں میں کیلے ٹھونک کر زمین پر لیٹا دیا گیا اور اوپر سے بڑے پتھر گرا کر ختم کیا گیا؛ مگر ایمان سے انکار نہیں کیا، ان کی نوکرانی اور بچوں کو ایمان لانے پر گرم گرم کھولتے ہوئے تیل کے دیگ میں ڈال دیا گیا۔

☆ جنگ خندق میں عرب کے تمام مشرک قبائل اور یہود مل کر مسلمانوں کا صفایا کر

کے اسلام کو مٹانا چاہتے تھے، اللہ جو اپنے بندوں کا وکیل ہے ان کی اس کوشش کو ناکام و نامراد بنا دیا اور زبردست آندھی طوفان سے ان کے ڈیرے اور کھانے کا سامان اور سب چیزیں برباد کر دیا اور وہ مقام جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

☆ جنگ خندق میں مشرکین مکہ کو اللہ پر نہیں اپنی تعداد، ہتھیار، گھوڑوں، اونٹوں اور طاقت پر بھروسہ اور اعتماد تھا، شراب پیتے ہوئے ناچ گانا کرتے ہوئے بتوں کے بھروسہ پر مسلمانوں کو مٹانے خندق کے مقام پر آئے تھے، مسلمانوں کے پاس ہتھیاروں کی کمی، گھوڑوں اور اونٹوں کی کمی، تعداد کی کمی تھی؛ لیکن تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ اللہ کو وکیل مان کر آئے تھے، اللہ نے وکیل بن کر ان کی مدد کی اور مکی فوج کی ناک کاٹ ڈالی، صحابہ کرامؓ کو جب دشمن کی تعداد ہتھیاروں اور طاقت کے بارے میں اطلاع ملی تو وہ بولے: ہمارا ایمان مضبوط ہو گیا ہے، وہ کافروں کی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت زبردست کارساز ہے۔ (صحیح بخاری)

☆ جنگ احد میں جو لڑائی اور جنگ کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ چکا تھا، محض چند لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے اللہ کی نگہبانی ہٹالی گئی اور کامیابی کو ناکامی میں بدل دیا، رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے، کئی صحابہؓ زخمی اور شہید ہو گئے، اللہ نے یہ سبق دیا کہ اللہ کی حفاظت، عافیت اور نگہبانی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر رہے گی، جب بندہ نافرمانی کرتا ہے تو اللہ اپنی حفاظت اٹھالیتا ہے، فرشتے ہٹ جاتے ہیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ آزمائش میں گرفتار ہو گئے، جب اللہ اپنی کارسازی ہٹالیتا ہے تو بندہ کو کہیں پناہ نہیں ملتی، وہ جب چاہے جو چیز چاہے بندے سے چھین سکتا ہے، انسان جب اس کو وکیل مان لے تو پھر کسی دوسرے سہارے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ کو چھوڑ کر طاقت، فوج، حکومت، علم، ہتھیار اور دولت رکھنے والے انسان ان اسباب پر بھروسہ و اعتماد کر کے وقتی کامیابی حاصل کر کے سمجھتے ہیں کہ انہیں کامیابی مل گئی؛ مگر حقیقت میں وہ ذلت و بدنامی، ناکامی و بے اطمینانی اور اللہ

کے عذابات کو دعوت دینے والی کامیابی ہوتی ہے، وہ کامیاب ہو کر بھی ناکام رہتے ہیں۔

☆ دنیا میں بھی ہم وکیل کسی کو بنائیں تو اس پر مکمل بھروسہ و اعتماد کر کے پورا اختیار دے دیتے ہیں، معاملات اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔

☆ اللہ انسانوں اور جنوں ہی کا کارساز اور نگہبان نہیں، وہ تو ساری مخلوقات کا نگہبان اور کارساز ہے، ہر مخلوق کی جیسی حفاظت کرنا ہے وہ کرتا ہے، جس طرح پروان چڑھانا ہے چڑھاتا ہے، جس وقت جن حالات کو پیدا کرنا ہے وہ کرتا ہے۔

☆ ایمان قبول کرنے کے بعد غیر ایمان والے اور اس کے غیر مسلم رشتہ دار اس کو تکلیفیں دینے اور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دیتے ہیں، فرعون کے جادوگروں کو بھی جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کئے تو فرعون نے ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹ ڈالنے کی دھمکی دی، انہوں نے اللہ کو وکیل مان لیا تھا، انہوں نے کہا کہ تو ہمارا صرف دنیا کا نقصان کر سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ ہماری جان لے سکتا ہے، اس سے آگے کچھ نہیں کر سکتا، وہ ایمان چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئے۔

☆ اسی طرح غیر ایمان والوں کے ستانے، فسادات کرنے لوٹنے مٹانے، قتل وخون اور غارت گری کرنے سے ایمان والے پریشان نہ ہوں، نہ گھبرائیں اور نہ ان کی منت و سماجت کریں، نہ ہاتھ پاؤں پڑیں، اللہ کو وکیل مان کر اللہ کو بہتر کارساز سمجھیں، وہ جو کچھ بندے کے لئے بہتر ہے وہی کرتا ہے، ایمان والے کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں گرتا، بغیر اللہ کی مرضی کے کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

☆ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو مشرکین بدلہ لینے کے لئے گرفتار کر لئے اور قید کر کے شہید کرنا چاہتے تھے، حضرت خبابؓ نے چہرہ بنانے سامان مانگا، ان کو اُسترا دیا گیا، اتفاق سے مشرکین کا ایک چھوٹا بچہ حضرت خبابؓ کے پاس کھیلتا ہوا پہنچ گیا، یہ دیکھ کر وہ لوگ ڈرنے لگے کہ کہیں خبابؓ بدلہ کے طور پر بچہ کو زخمی نہ کر دے، حضرت خبابؓ نے کہا: گھبراؤ نہیں! میں اپنے پیغمبرؐ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا، انہوں نے ہمیں بچوں، عورتوں،

بوڑھے اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھانے سے منع کیا ہے، جب آپ کو شہید کیا جارہا تھا، اس سے پہلے مسجد خیف جو فتح مکہ سے پہلے ایک چھوٹا سا پہاڑ اونچا مقام تھا وہاں لایا گیا، چاروں طرف مشرکین یہ منظر دیکھ رہے تھے، آپ نے مشرکوں سے دو رکعت نماز کی اجازت لی اور کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے رب سے زیادہ دیر تک مناجات کرتا تو تم لوگ مجھے موت سے ڈر کر عبادت لمبی کرنے کا طعنہ دیتے؛ اس لئے جلدی پڑھ لی ہے، پھر آپ کے ہاتھوں کا ایک ایک جوڑ کاٹا گیا، آپؓ نے اللہ کو پکارا، اسی کی بڑائی بیان کی، مگر مشرکوں کی منت سماجت اور عاجزی نہیں کی، یہ سب اسی مجمع میں موجود سعید بن عامر بھی دیکھ رہے تھے، ان کی عقل حیران تھی کہ یہ مرتے وقت بھی اللہ پر کیسا اعتماد اور بھروسہ رکھ کر پُرسکون ہے، یہ بس سوچتے رہتے، راتوں کی نیند اُڑ گئی، آخر ایک دن کعبۃ اللہ کے صحن میں آ کر سب کے سامنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا، یہ ہے اللہ پر توکل اور بھروسہ، اسی کو اللہ کو وکیل ماننا کہتے ہیں کہ مرتے ہوئے بھی دعوت ایمان دے گئے۔

☆ صحابہ کرامؓ نے جب اللہ تعالیٰ کو وکیل مان لیا تو نڈر بن کر شاہِ ایران کسریٰ کے دربار میں پوری جسارت کے ساتھ کہا کہ ہم اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں لانا چاہتے ہیں۔

☆ شاہ حبشہ کے دربار میں جو کہ عیسائی تھے، پورا دربار عیسائی پیشواؤں اور وزیروں سے بھرا ہوا تھا، ابوسفیانؓ (جو اُس وقت ایمان نہیں لائے تھے) کے کہنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں سے ان کا عقیدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو صحابہؓ نے پوری جسارت کے ساتھ بغیر کسی تاویل کے کھلے طور پر سچ بتلا دیا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ اللہ کا پیغمبر سمجھتے ہیں اور بی بی مریمؑ کا بیٹا مانتے ہیں، اور صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یہ جسارت صرف اللہ تعالیٰ کو وکیل ماننے کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

اَلْقَوِیُّ: اللہ تعالیٰ زبردست قوت وطاقت والا ہے

إِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

اللہ تعالیٰ قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔(الانفال:۵۲)

قوی: اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے، اس کے معنیٰ ہیں طاقتور، زور آور، زبردست طاقت کا مالک، ہر قسم کی بے انتہاء قوتوں والا، جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اس کی قوت محدود نہیں لامحدود ہے، اس کی قوت وطاقت کا اندازہ لگانا انسان کے بس کی بات نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں ان سب کو اپنی زندگی گذارنے مختلف قسم کی قوتیں عطاء فرمائیں، ہر مخلوق میں جو بھی قوت جس قسم کی بھی قوت ہے وہ سب اللہ کا عطیہ اور دین ہے، مخلوق کی اپنی ذاتی کوئی طاقت وقوت نہیں۔

☆ دنیا کی زندگی میں انسان ایمان سے دوری کی وجہ سے یا اللہ کی پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے اللہ کی اس صفت سے واقف نہیں ہوتا تو اپنے جسم کی طاقت، اقتدار، حکومت، فوج اور ہتھیاروں کی طاقت یا سائنس اور ٹکنالوجی کی طاقت، یا دولت کی طاقت یا اکثریت کی طاقت کو ذاتی طاقت وقوت سمجھ کر لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتا اور دنیا میں فساد برپا کرتا ہے۔

☆ انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب وہ اپنے اوپر کسی بڑی طاقت وقوت رکھنے والے کو دیکھتا اور سمجھتا ہے تو وہ اس سے ڈرتا اور ظلم وزیادتی سے دور رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کے ذریعہ انسانوں اور جنوں کو اپنی پہچان کرواکر اپنے قوی یعنی ہر قسم کی قوت وطاقت رکھنے والا ہونے کی تعلیم دے رہا ہے، انسان کی یہ عادت بھی ہے کہ جو چیز اُسے نظر نہیں آتی اس سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ اس کے سامنے حکومت یا حکومت کے نمائندہ یا حکومتی قانون یا پولیس فوج، ہتھیار یا دادا قسم کے غنڈے نظر آئیں تو ان سے بہت ڈرتا اور گھبراتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کے ذریعہ دنیا میں حکمرانی کرنے یا اقتدار رکھنے والوں یا سائنس وٹکنالوجی کی طاقت رکھنے والوں یا ہتھیار اور طاقتور فوج رکھنے والوں کو یہ احساس

دلایا کہ اللہ کی طاقت وقوت کے سامنے ان کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے، وہ جب چاہے ان کی قوت کو تباہ وتاراج کرسکتا ہے، لہٰذا انسانوں پر ظلم وزیادتی نہ کرو، ورنہ تمہارے ہتھیار، تمہاری فوج اور سائنس کی طاقت وحکومت کی طاقت سب کچھ برباد کردی جائے گی، اللہ کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی، یہ سب ذرہ کے برابر ہیں۔

☆ انسانوں کو اس بات کا احساس دلایا گیا کہ خدا کے پاور اور طاقت کے سامنے تمہارا پاور اور طاقت کچھ بھی نہیں، شیطان انسان کو انسان کے پاور سے ڈراتا ہے اور پاور والے انسان کو کمزور انسان پر ظلم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، انسان ظاہر میں نظر آنے والی چیزوں کے پاور سے مرعوب ہوکر ڈرتا اور خوف کھاتا ہے، مشرک جاہل اور گمراہ لوگ دیوی دیوتاؤں کو طاقتور سمجھ کر ان سے گھبراتے ہیں، بعض لوگ شیاطین سے گھبراتے ہیں، اگر انسان کی نگاہ اللہ کی طاقت اور پاور پر رہے تو وہ کسی سے نہیں گھبراتے اور نہ ڈرتے ہیں، قتل ہوکر نقصان اٹھاکر بھی نڈر بنے رہتے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت کا اندازہ ہم اپنی معمولی وناقص عقل وشعور سے نہیں لگاسکتے، صرف عقل سے قریب ہونے اور اس کی قوت وطاقت کو سمجھنے کے لئے اس کی مخلوقات کو عطاء کی گئی قوتوں پر غور کرکے اللہ کی قوت وطاقت کا اندازہ کسی قدر لگاسکتے ہیں، جب اللہ نے اپنی مختلف مخلوقات کو مختلف انداز اور مختلف قسم کی زبردست قوتیں دے رکھی ہیں تو اندازہ لگائیے کہ وہ کیسی قوت وطاقت والا ہوگا۔

☆ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ کائنات میں کسی بھی مخلوق کو اللہ نے جو بھی قوت و طاقت دی ہے وہ اپنی اس قوت سے اللہ پر حاوی نہیں ہوسکتی اور نہ اس پر حملہ کرسکتی ہے، کوئی بھی اللہ جیسی نہ قوت رکھ سکتا ہے اور نہ اس کے برابر ہوسکتا ہے اور نہ اس سے قوت میں آگے بڑھ سکتا ہے، دنیا کی انسانی حکومتوں میں انسانی بادشاہ، حکمران جب کسی کو وزیر یا فوج کا بڑا بناتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ حکومت کی طاقت، فوج اور افسروں کو اپنے قابو میں یا اپنے اثر میں کرکے بادشاہ ہی کو گرفتار کرکے قید کردیتا ہے، اس کی حکومت پر قبضہ کرلیتا

ہے، اللہ کی حکومت اور بادشاہت ایسی کمزور، بے بس اور محتاج نہیں، کوئی اس کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی رتی برابر طاقت وقوت ہی نہیں رکھتا، وہ قوی ہے اور سب پر غالب ہے، سب اس کے محتاج ہیں اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں، وہ خود اپنی قوت کے بل بوتے پر قائم ہے، اس کو کسی نے قوت نہیں دی اور نہ وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح کسی سے طاقت وقوت لے کر حکومت کرتا ہے، وہ اکیلا پوری کائنات کی مخلوقات کا حکمران اور بادشاہ ہے، وہ اکیلا جب چاہے جسے چاہے فنا کر سکتا ہے، کوئی اس کو عاجز نہیں کر سکتا ہے۔

سورۂ ال عمران: ۲۶ میں ہے: ''آپ کہہ دیجئے: اے میرے معبود! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

☆ اس نے زبردست فرشتے بنائے، ان کو بے انتہاء قوت عطاء فرمائی، وہ عذاب کا حکم ملنے پر زمین کے ٹکڑوں کو الٹا کر سکتے ہیں، اس نے فرشتہ کی پھونک میں ایسا اثر رکھا کہ سارے جاندار مر سکتے اور اس کی پھونک کے ساتھ ہی کائنات ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے اور قیامت قائم ہو سکتی ہے، اس نے اپنی طاقت کو ظاہر کرنے بجلی کی چمک سے آسمانوں میں گرج دار آواز پیدا کرتا اور کڑکڑانے لگا تا ہے، صرف بجلی کی گرج سن کر انسان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں، اس نے فرشتوں کو انسانی شکل اختیار کرنے کی بھی طاقت دی ہے، اس نے حضرت جبرئیلؑ فرشتہ کو فرشتوں کا سردار بنایا اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلی حالت میں نظارہ کروایا کہ جسم اتنا بڑا تھا کہ ان کا سر آسمان تک اور پیر زمین پر تھے اور ایک پر مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف پھیلا ہوا تھا، وہ منٹوں اور سکنڈوں میں آسمانی دنیا سے زمین پر آتے اور جاتے تھے، اتنی زبردست طاقت کے مالک ہونے کے باوجود وہ معراج میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف مقام سدرۃ المنتہیٰ تک ہی آئے اور کہا کہ اس حد سے آگے بڑھنے پر ان کے پر جل جائیں گے، کائنات کی کوئی بھی مخلوق یا انسان کی فوج، انسان کے بم،

انسان کے ہتھیار، انسان کی سائنس کی ترقی کوئی بھی چیز فرشتوں سے مقابلہ نہیں کرسکتی اور نہ ان سے زیادہ قوت رکھتی ہے، وہ دوزخ پر بھی مقرر ہیں اور آگ ان کو نہیں جلاسکتی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز میں خوش الحانی اور وہ طاقت دی تھی کے ان کے ساتھ پرندے، پہاڑ اور تمام درخت سب اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تسبیح بیان کرتے تھے، اللہ نے ان کے ہاتھوں میں وہ طاقت دی تھی کہ لوہا موم ہوجاتا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ طاقت دی تھی جس سے وہ پانی، ہوا، پرندوں، درختوں اور جنات وشیاطین پر حکومت کرتے تھے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو ید بیضاء یعنی ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالتے ہی سورج کی طرح چمکدار بننے کی طاقت دی تھی، اور عصاء کو اژدہا بن جانے اور سمندر پر مارنے سے راستہ بنانے والا اور چٹان پر مارنے سے چشمے نکالنے کی طاقت دی تھی۔

☆ اللہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے سر کے بالوں میں زبردست قوت دی تھی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ طاقت عطاء فرمائی تھی کہ وہ کوڑھی، اندھے اور گنجے پر ہاتھ پھیرتے تو وہ فوراً اچھے ہوجاتے، مٹی کے پرندوں میں اللہ کے حکم سے پھونک مارتے تو جان پیدا ہوکر اُڑ جاتے، گھر میں کونسی چیز کہاں چھپی ہے بتلاتے، کیا غذاء کھائی ہے بیان کرتے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی انگلی میں وہ اثر دیا تھا کہ چاند کی طرف اشارہ کرتے ہی وہ دوٹکڑے ہوگیا، کنکریوں کو وہ گویائی دی تھی کہ وہ ابوجہل کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دی، رسول اللہ ﷺ کو جانوروں کی بولی سمجھنے اور ان سے بات کرنے کی طاقت دی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جاندار پیدا کئے اور جانداروں کو کئی اعضاء عطا فرمائے جس میں دماغ کی قوت الگ رکھی، زبان کی قوت الگ، سننے کی قوت الگ، دیکھنے کی قوت الگ رکھی، چلنے دوڑنے اور بھاگنے کی قوت الگ الگ رکھی، پکڑنے کی، چبانے کی قوت الگ الگ رکھی۔

☆ صحابہ کرامؓ کو زبردست حافظہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے وہ قرآن وحدیث کو محفوظ

رکھ سکے اور آج تک تمام حفاظ حفظ کرتے ہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں وہ قوت عطاء فرمائی کہ دریائے نیل میں ڈالتے ہی وہ بہنا شروع ہوگیا، ان کی آواز کو مدینہ سے میدانِ جنگ تک پہنچا دیا۔

☆ ہدہد کو اللہ نے وہ طاقت عطا فرمائی جو زمین کو کھودے بغیر اوپر سے ہی زمین کے اندرونی حصہ میں پانی کہاں ہے معلوم کر لیتا اور نشاندہی کر دیتا ہے۔

☆ چیل، گدھ اور شکرے کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دیکھنے کی وہ طاقت عطا فرمائی کہ وہ میلوں اوپر سے زمین پر مرغی کے چوزے اور چڑیوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

☆ چیونٹیوں اور مکوڑوں کو اللہ تعالیٰ نے سونگھنے کی وہ طاقت دی ہے کہ وہ چھت کے اوپر رکھی ہوئی غذاؤں کی خوشبو سونگھ لیتے ہیں۔

☆ مکڑی، مچھر، چیونٹی اور چھپکلی کو نیچے سر اور اوپر ٹانگیں رکھ کر چلنے کی قوت عطا فرمائی، وہ کھڑی دیوار پر بھی چل سکتے ہیں، الٹا بیٹھ سکتے ہیں۔

☆ کتے کو اللہ نے وہ قوت عطا فرمائی کہ وہ چور کے جہاں جہاں ہاتھ لگے ہوں یا قاتل کے چہرے پر پڑے ہاتھوں کی بو کو اپنے دماغ میں رکھ اسی بو کو قدموں کے نشانوں پر سونگھتے ہوئے مجرم کو پکڑتا ہے، پولیس اور سی آئی ڈی اسی کی مدد سے مجرموں کو تلاش کرتی ہیں۔

☆ اللہ نے اونٹ اور بگلے کے معدے میں وہ طاقت رکھی ہے کہ درخت کے کانٹے اور مچھلی کے کانٹے موم بن کر ہضم ہو جاتے ہیں۔

☆ مگرمچھ، کتے اور شیر کے معدے میں اللہ نے وہ طاقت رکھی ہے کہ وہ جانوروں کی سخت ہڈیوں کو معدے میں بورا بورا اور پاؤڈر بنا لیتے ہیں۔

☆ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے سونگھنے کی وہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ میلوں دور سے شیر کی موجودگی کا پتہ چلا لیتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا، وہ دوڑنے میں کافی قوت اور رفتار سے دوڑنے کی طاقت رکھتا ہے، تھکان محسوس نہیں کرتا۔

☆ ہاتھی کو اللہ نے سونڈھ میں وہ طاقت دی کہ وہ پورے درخت کے تنے کو اٹھا لیتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سانپ اور بچھو کے زہر میں وہ طاقت رکھی ہے کہ ان کا ڈسا ہوا پہلوان جیسا آدمی بھی تڑپتا رہے یا مر جائے۔

☆ اللہ نے شیر کی چنگھاڑ میں وہ زبردست گونج وطاقت رکھی کہ پورا جنگل کانپ اٹھتا ہے۔

انسان اللہ کی طاقت اور قوت پر غور نہیں کرتا، اللہ انسانوں کو سزا دینے کے لئے کوئی بڑی طاقتور فوج نہیں لاتا، جب وہ انسانوں کو عذاب یا سزاء دیتا ہے تو اپنی چھوٹی چھوٹی اور انسان سے کم طاقتور مخلوقات سے انسانوں کی پٹائی کرواتا ہے، اس نے:

☆ فرعون اور اس کی قوم پر ٹڈیوں، مینڈکوں اور خون کا عذاب نازل کیا، فرعون کی قوم جو کچھ غذائیں کھاتی منہ میں ڈالتے ہی وہ خون بن جاتیں، آخر وہ بنی اسرائیل کے لوگوں سے غذاء چبا کر اپنے منہ میں ڈالنے کی گذارش کرتے اور ان کے سامنے لیٹ جاتے تھے، ٹڈیوں کو بھیجا جو ان کے کھیت، غلہ اور اناج کو برباد کر گئیں، مینڈکوں کی بھرمار کردی، پھر فرعون اور اس کے لشکر کو سمندر کے پانی میں ڈبو کر ختم کردیا۔

☆ ابرہہ کی ۶۰/ ہزار کی فوج کو ابابیل کے ذریعہ تہس نہس کردیا، وہ واپس بھاگتے بھاگتے راستوں میں ہی مر گئی، ابرہہ یمن جا کر مر گیا۔

☆ قوم عاد وقوم ثمود کو ہواؤں کے ذریعہ غاروں سے نکال کر ہواؤں میں اٹھا اٹھا کر پٹک دیا، قوم لوط کو پتھروں کی بارش سے ہلاک کیا، قوم نوح کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا، قارون کو اس کے خزانوں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا، نمرود کو ناک میں مچھر داخل کر کے جوتے سے پٹوایا، بنی اسرائیل کے ایک گروپ کی صورتیں خنزیر کی صورتوں میں تبدیل کر کے ختم کردیا، ابوجہل جو امت محمدیہ کا فرعون تھا دو بچوں سے قتل کروادیا، ابولہب کو معمولی متعدی بیماری سے موت دی اور بدبودار لاش بنا کر بے عزتی کے ساتھ قبر میں گرادیا، فرعون کو خواب میں دِکھا کر کہ ایک بچہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہے اور وہ تیری حکومت کو ختم کردے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی کے ذریعہ اس کے گھر میں رکھ کر پرورش کی، وہ جب ایک معمولی پھونسی پیدا کرتا ہے تو انسان اس کے درد اور تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتا۔

☆ اس نے آگ پیدا کی اور دوزخ کی آگ کو دنیا کی آگ سے ۶۹ درجے تیز رکھا؛ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں لاوا پھٹتا ہے تو اس کی آگ بہت تیز ہوتی ہے، اللہ نے دنیا میں انسانوں کو بجلی بنانے کی صلاحیت دی اور بجلی بھی ایک آگ ہے جو سکنڈ کے آدھے حصہ میں نہیں بلکہ آنکھ جھپکنے میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرتی ہے اور انسانوں کو منٹوں میں جلا کر کوئلہ بنا دیتی ہے، سورج ہزاروں میل دور ہونے کے باوجود اس کی گرمی کو انسان اور پرندے برداشت نہیں کر سکتے، سخت دھوپ میں سن اسٹروک ہو کر مر جاتے ہیں، گرمی اور دھوپ کی تاب نہ لا کر ایر کنڈیشنر اور پنکھوں میں دن رات رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں میں وہ قوت رکھی ہے کہ جب وہ طوفانی شکل میں چلتی ہیں تو انسانوں کی بستیوں اور درختوں اور مکانوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین کو وہ قوت دے رکھی ہے کہ جب اس کے حکم سے تھوڑا سا حرکت کرتی ہے تو زبردست زلزلے آتے ہیں، ہزاروں انسان زمین کے اندر دب جاتے ہیں، مکانات گر جاتے ہیں اور سب تباہ ہو جاتے ہیں۔

☆ اس نے پانی میں وہ قوت رکھی ہے کہ جب وہ سونامی اور طغیانی کی شکل اختیار کرتا ہے تو کوئی حکومت عوام کی مدد نہیں کر سکتی، بے بس ہو جاتی ہے، پانی انسانوں کو مکانوں، دُکانوں اور سامان کے ساتھ لے ڈوبتا ہے۔

اگر ایمان والے کی نگاہ اللہ کی ان تمام قوتوں پر رہے تو وہ کبھی بھی انسانوں کی طاقت وقوت، فوج، ہتھیاروں اور حکومتوں سے نہیں گھبراتا، اللہ کو قوی مان کر ہمت وحوصلہ کے ساتھ دنیا میں زندہ رہتا ہے، غیر مسلم اگر اللہ کی ان قوتوں پر غور کرے گا تو وہ دنیا کی اس زندگی میں ظلم وزیادتی اور فساد کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

انسان دنیا میں جو کچھ قوت کا اظہار کر رہا ہے وہ اللہ کے دئے ہوئے، میٹریل سے ہی کر رہا ہے، اس میں اس کی اپنی ذاتی قوتوں کا کوئی اثر نہیں۔

☆☆☆☆☆